خدامِ احمدیت کے نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا محبت بھرا سلام

محترم صدرِ مجلس کے نام پیارے آقا کا مکتوبِ گرامی

محررہ ۱۳۶۳/۵/۳۰ / ۱۹۸۴

"..... میں آپ کے اور خدامِ احمدیت کے کام، نظم و ضبط، حکمت اور صبر سے بہت خوش ہوں اور میرا دل حمد اور شکر سے لبریز ہے کہ میرے مولا نے ایسے پیارے بے مثل خدامِ دین مجھے عطا فرمائے۔ آپ سب کو یہ خیال ہو گا کہ آپ سب میری نسبت مجھ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں لیکن جو مجھے آپ سب سے پیار ہے اس کی کیفیت خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ آپ سب کو ہمیشہ اپنے پیار اور رحمت اور فضلوں اور حفاظت کے سائے تلے رکھے۔ خوب خوب خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔ بشاشت کے ساتھ ایثار اور حوصلہ اور صبر کی توفیق بڑھاوے میری آہ و زاری اور گداز دعائیں آپ کے حق میں قبول فرمائے ......

دیکھیں کتنی سُرعت کے ساتھ ملائکۃ اللہ احمدیت کے حق میں تائید کی ٹھنڈی ہوائیں چلا رہے ہیں۔ یقیناً یہ ہوائیں ایک عظیم روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ہیں۔

سب خدام کو میرا نہایت محبت بھرا سلام پہنچا دیں۔ آپ سب کو ظفر مند اور خوش و خرم دیکھنے کے لئے میری آنکھیں منتظر ہیں۔ خدا حافظ۔ فی امان اللہ۔ والسّلام

خاکسار **مرزا طاہر احمد**

adcom 397-44-82

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاستبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

احسان ۱۳۶۳ ہش جون ۱۹۸۴ء

ماہنامہ

خالد

ربوہ
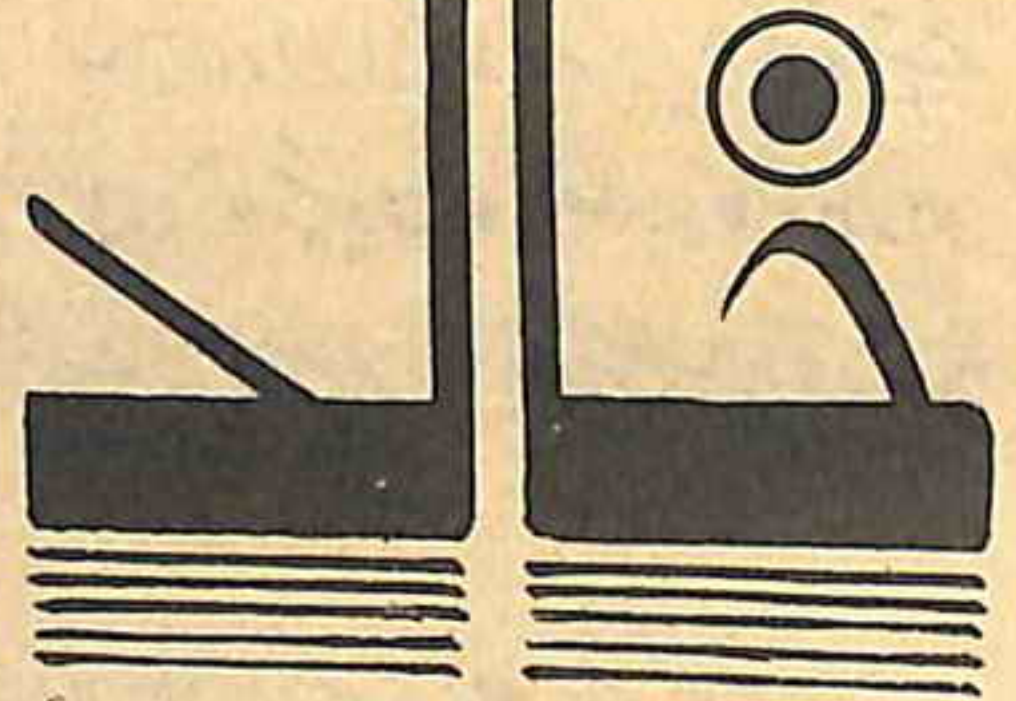
مدیر :- منیر احمد جاوید

نائب مدیر :- عبدالسمیع خاں

معاونین :- محمود احمد شاد - فضیل عیاض احمد

اس شمارے میں

قیمت سالانہ ۲۵ روپے : ماہانہ ۲ روپے ۵۰ پیسے

جلد ۳۱ ــــــ شمارہ ۸

پبلشر :- مبارک احمد خالد   پرنٹر :- سید عبدالحی   مطبع :- ضیاء الاسلام - ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ   رجسٹرڈ نمبر ایل : ۵۸۳۰

کتابت :- حمید الدین - ناصر آباد - ربوہ

اداریہ

غم واندوہ اور تکالیف ومصائب تو انسانی زندگی کا جزوِ لاینفک ہیں۔ غالبؔ نے کس عمدگی سے یہ حقیقت بیان کی ہے ؎

قیدِ حیات وبندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

مگر وہ غم کیا ہی مبارک اور لذت آگیں ہے جو مظلومیّت کا دامن پکڑے ہوئے اعلیٰ مقاصد کی خاطر برداشت کیا جائے زندہ قومیں اپنے غموں کو بھی زندہ رکھتی ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ وہ غم منتقل کرتی چلی جاتی ہیں تا آنکہ مظلومیّت اور دکھوں کا تسلسل ایک ناقابلِ تسخیر طاقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

مگر غم کو کیسے زندہ رکھا جائے؟ زندگی کا سرچشمہ تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ پس اگر غم کو زندہ رکھنا اور ثمر آور کرنا ہے تو اسی سرچشمۂ حیات سے استمداد کرنا ہوگا۔ اِس غم کے پودے کی آنسوؤں سے آبیاری کرنی پڑے گی، آہوں سے سینچنا پڑے گا، عشق ومحبت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے دکھوں کی کھاد استعمال کرنی ہوگی۔

یہی ایک طریقہ ہے جو آپ کے غم کو ابدی خوشیوں میں تبدیل کر دے گا۔ آپ اپنی راتوں کو زندہ کریں گے تو آپکے اعلیٰ مقاصد زندگی سے ہمکنار رہوں گے۔ اور اگر آپ کی راتیں مُردہ اور افسردہ ہوگئیں، تاریکیوں اور غفلت کا شکار ہو گئیں تو غم کا پودا مُرجھا جائے گا۔ پس اپنی راتوں کو تہجد سے زندگی عطا کریں اور کرتے رہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے کیونکہ اس کو دعا کرنے کا بہرحال موقع مل جائے گا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اس وقت تک ایک شخص خوابِ راحت سے بیدار کب ہو سکتا ہے؟ پس اس وقت کا اُٹھنا ہی ایک دردِ دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقّت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیتِ دعا کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں کیونکہ نیند تو غم کو دُور کر دیتی ہے لیکن جبکہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھ کر ہے جو بیدار کر رہا ہے۔"

(الحکم ۲۱ر مارچ ۱۹۰۲ء)

علم و عمل

رمضان المبارک کی عظمت اور بلند مقام کا بیان

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (البقرہ : ۱۸۴)

ترجمہ :- اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔

- شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ : ۱۸۶)

ترجمہ :- رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے۔

◎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

- إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (وَفِي رِوَايَةٍ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ) وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔

ترجمہ :- جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں) اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔

- فرمایا : ماہِ رمضان اور قرآن کریم بندے کی شفاعت کرتے ہیں۔ ماہِ رمضان عرض کرتا ہے اے میرے رب میں نے اِس بندے کو کھانے اور شہواتِ نفسانیہ سے روک دیا پس تُو میری شفاعت کو اس کے بارے میں قبول فرما۔ اور قرآن عرض کرتا ہے کہ میں نے اِس بندے کو رات کو نیند سے روکے رکھا پس تُو میری شفاعت کو اس کے بارے میں قبول فرما۔

- حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ یہ مہینہ جو آیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے جو اس رات کے پانے سے محروم رہ گیا تو وہ ہر بھلائی کے پانے سے محروم رہ گیا اور اس خیر کے پانے سے تو صرف ایک محروم شخص ہی محروم رہتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے سب کام اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور مَیں خود اس کی جزا بن جاتا ہوں۔
- خدا کے ہاں ایک دستر خوان ہے اور اس پر ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔ اس دستر خوان پر سوائے روزہ داروں کے اَور کوئی نہیں بیٹھے گا۔
- تم پر روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ وہ ایک ایسی نیکی ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔
- جس نے روزہ دار کی افطاری کروائی تو اس کو اس کے برابر ہی ثواب ملے گا۔
- روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک کہ جھوٹ اور غیبت سے اس ڈھال کو عیب دار نہ کر دیا جائے۔
- ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔
- ہر چیز کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔

◉ سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدِّنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ اس خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مِل جاوے۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ ۱۲۳)

کلامُ الامام امامُ الکلام

اے میرے ربِّ رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ پہ آساں ہر دم رجا یہی ہے

اے میرے یار جانی! خود کر تو مہربانی
ورنہ بلائے دُنیا اِک اژدھا یہی ہے

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مِرا یہی ہے

جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
مُنہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

کہتے ہیں جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا
دِل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دِلبر
جیتا ہوں اِس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تُو میرا عشقِ صفا یہی ہے

مُشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا
جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے

دِلبر کا درد آیا حرفِ خودی مِٹایا
جب مَیں مَرا جِلایا جامِ بقا یہی ہے

اِس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دِیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اِس عہد کو نہ توڑوں!
اس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے

اے میرے یار جانی! کر خود ہی مہربانی
مت کہہ کہ لَن تَرَانِی تجھ سے رجا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کِنارے جائے بُکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا
پر تُو ہے فضل والا ہم پر کُھلا یہی ہے

(دُرِّ ثمین)

تبرکات

وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

شانِ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(از رشحاتِ قلم حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

- "کئی مقام پر قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ اتم الوہیت ہیں۔ اُن کا کلام خدا کا کلام اور اُن کا ظہور خدا کا ظہور اور اُن کا آنا خدا کا آنا ہے۔"
(سُرمہ چشمِ آریہ)

- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ کے اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں آسکتا۔" (الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء)

- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رُوحانی طبیب تھے اور جس کام کا دعویٰ کیا انہوں نے وہ کر کے دکھلا دیا اور ایسے طور سے اس کی تبلیغ کی کہ اس کی نظیر دُنیا بھر میں نہیں پائی جاتی۔" (بدر ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

- "دُنیا میں ایک عظیم الشان نبی انسانوں کی اصلاح کے لئے آیا یعنی سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس نے اس سچے خدا کی طرف بُلایا جس کو دُنیا بھول گئی تھی۔" (نسیم دعوت)

- "معصوم ہونے کے اسباب اور معصوم بنانے کے اسباب جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میسّر آئے تھے وہ کسی دوسرے نبی کو کبھی نہیں ملے اِس لئے عصمت کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام اور درجہ پر ہیں وہاں اور کوئی نہیں ہے۔" (الحکم ۳۱ر اگست ۱۹۰۲ء)

- "نجات بغیر نبی کریم پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات نماز وغیرہ کے بجالانے کے نہیں مل سکتی اور جھوٹے ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کا دامن چھوڑ کر محض خشک توحید سے نجات ڈھونڈتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی)

- "حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھانے والا وہ ہے جو زمینِ حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دُنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا۔" (دافع البلاء)

- "ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوۂ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپ کے نقشِ قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔" (الحکم ۱۰ر اپریل ۹۰۳)

- "ہمیشہ کی رُوحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (تریاق القلوب)

- "گناہوں کی مغفرت اور خدا تعالیٰ کا پیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے وابستہ ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔" (حقیقۃ الوحی)

- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجودِ پاک میں تمام انبیاء علیہم السلام کے محامدوں کے جامع تھے جس کے سبب سے آپؐ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے۔" (الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۳ء)

- "حضرت افضل الرسل خیر الرسل فخر الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اور اس کی پاک اور کامل حدیث اور خدا کا سچا نور اور بلا ریب کلام ترک کر کے پھر اور کونسی پناہ ہے جس طرف رُخ کریں اور اس سے زیادہ کونسا چہرہ پیارا ہے جو ہماری دلبری کرے۔" (الحکم ۸ر نومبر ۱۸۹۸ء)

- "ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان دونو جگہ میں تعریف کئے گئے اور یہ فخر اور فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملا ہے۔ جس قدر پاک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا وہ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا۔" (الحکم ۳۱ر جولائی ۱۹۰۲ء)

- "قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے۔" (ضمیمہ انجامِ آتھم)

- "اس کریم و رحیم خدا کا ہزار ہزار شُکر ہے جس نے قرآن مجید جیسی پاک کتاب بھیج کر اور جناب خاتم الانبیاء سیّد الاوّلین والآخرین کو دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرما کر وحشی انسانوں کو پھر نئے سرے سے انسانیت سکھلائی اور کروڑھا دلوں کو ایمان اور عملِ صالح سے منوّر کیا۔" (آریہ دھرم)

- "ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (چشمۂ معرفت)

- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃً للعالمین فرمایا اِس لئے آپؐ کے معجزات و خوارق اس قدر قوّت میں بڑھے ہوئے ہیں جس قدر آپ کی تبلیغ اور دعوت کا دائرہ وسیع ہے۔" (الحکم ۲۴ر اپریل ۱۹۰۳ء)

- "حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النّبیّین و خیر المرسلین" ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام)

حضرت فضلِ عمر کی ایک دُعا

سیّدنا حضرت فضلِ عمر نوّر اللہ مرقدہٗ نے ستمبر ۱۹۰۹ء کے تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون رقم فرمایا جو ماہِ رمضان کے متعلق تھا۔ اس میں آپ نے ایک عظیم الشان دعا تحریر فرمائی اور اس کے بارہ میں فرمایا "مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اِس طرف متوجہ کروں نہ معلوم کس کی دُعا سُنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔" اب جبکہ رمضان کی آمد آمد ہے تو اس موقع پر حضور کی یہ دعا احباب کی توجہ کے لئے پیش ہے:۔

"اے میرے مالک میرے قادر خدا۔ میرے پیارے مولیٰ میرے راہنما۔ اے خالقِ ارض و سماء۔ اے متصرفِ آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لے کو حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں راہنماؤں کو دُنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نُور کے پیدا کرنے والے، اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور میں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سُن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ میں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تُو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تُو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لئے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کیلئے انسان کو پیدا کیا۔ جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا تُو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تُو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوّا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزّت سے دیکھا جاتا تھا اس لئے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لئے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گناہ گار تھا تُو نے

ستّاری سے کام لیا۔ میں خطا کار تھا تُو نے غفّاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دُکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تُو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تُو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تُو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دُور جانے کے تُو میرے قریب ہُوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تُو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں تُو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہُوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دِل ہُوا تو تُو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تُو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہوگا جو فراق میں تڑپتا ہو مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تُو نے مجھ سے وعدے کیے اور پُورے کیے اور کبھی نہیں ہُوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پُورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کیے اور توڑے مگر تُو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گناہ گار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تُو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جب میں تیرے حضور میں آکر گڑگڑایا اور زاری کی تُو نے میری آواز سُنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تُو نے کبھی میری اضطرار کی دُعا ردّ کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت دردِ دل سے اور سچّی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دُعا کو سُن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدّوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے اُن سے کیا تعلق، جب تک اُن کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں مجھے اُن سے کیا غرض؟ سوائے میرے ربّ! اپنی صفاتِ رحمانیّت اور رحیمیّت کو جوش میں لا۔ اور اُن کو پاک کر دے۔ صحابہؓ کا سا جوش و خروش اُن میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بے قرار ہو جائیں، اُن کے اعمال اُن کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریمؐ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دُعائیں اُن کے حق میں قبول ہوں اور اُس کی پاک اور سچّی تعلیم اُن کے دلوں میں

گھر کر جائے۔ اے میرے خدا میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تو نے پسند کر لی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تو ......

...... اپنے لئے مخصوص کرلے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔"

میری اس دعا کو اس جگہ نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ شاید کوئی نیک روح فائدہ اٹھائے اور اس مبارک مہینہ میں خاص طور سے جماعت احمدیہ اور اسلام کی ترقی کے لئے دعاؤں میں لگ جائے۔ میں آخر میں پھر اپنے احباب پر زور دیتا ہوں کہ اس وقت کو ضائع مت کرو۔ رات کو خدا کے حضور چلاؤ اور دن کو صدقہ کرو۔ یہ ایک ایسی تدبیر ہے کہ اگر تم میں سے ایک جماعت سچے دل سے ایسا کرنے والی نکل آئے تو خدا اپنے کلام میں کامیابی کا وعدہ دیتا ہے۔ پس کون بدبخت ہے؟ جس کو خدا کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو۔ خدا کرے کہ ہم لوگوں میں وحدت پیدا ہو اور ہم کو نیک اعمال اور دعاؤں کی توفیق ملے اور ظلمت کے دن دور ہو کر اسلام کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر ہو۔ آمین یا رب العالمین۔ خاکسار مرزا محمود احمد"

(تشحیذ الاذہان ستمبر ۱۹۰۹ء)

قائدینِ اضلاع و علاقہ خدام الاحمدیہ توجہ فرمائیں

سیدنا محمود وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"میں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اِس کام کے لئے پیش کیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالبِ علم آنے چاہئیں سو ہوں تو بہتر ہے۔"

نیز حضور فرماتے ہیں:-

"جماعتیں ہم سے آدمی ضرور مانگتی ہیں۔ جب کوئی شخص ملتا ہے یہی کہتا ہے ہماری طرف کوئی آدمی نہیں بھیجتے۔ میں حیران ہوں کہ اتنی موٹی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ہم اپنے لڑکے نہیں بھجوائیں گے تو وہ (مربی) کہاں سے بھیجیں گے ..... (مربی) لڑکوں سے ہی تیار ہو سکتے ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے ہماری جماعت کے لوگ سمجھ نہ سکیں کہ اگر ہم اپنے بیٹوں کو مدرسہ احمدیہ میں نہیں بھیجتے تو ہمیں سِلسلہ کی طرف سے (مربی) بھی نہیں مل سکتے۔ تمہارے ہی بیٹے ہیں جو (مربی) بن سکتے ہیں۔"

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے امیدوار واقفینِ زندگی طلباء کا انٹرویو انشاء اللہ العزیز موسمِ گرما کی تعطیلات کے بعد ہوگا لیکن انٹرویو سے پہلے وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے بارہ میں ضروری کوائف مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ درخواستیں قبل از وقت (۳۰ جون ۱۹۸۴ء سے پہلے) مرکز میں پہنچ جائیں۔

اِس لئے آپ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ براہِ مہربانی آپ ابھی سے اپنے حلقہ کے ذہین، ہونہار، دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوانوں میں وقفِ زندگی اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی تحریک کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں اور وقتاً فوقتاً اِس سلسلہ میں تحریک کرتے رہیں۔

نیز امیدواران کو یہ بھی ہدایت فرمائیں کہ وہ امتحان اور نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے وکالتِ دیوان کو بھجوا دیں تاکہ انٹرویو سے قبل ضروری کوائف مکمل کئے جائیں۔ امید ہے آپ اِس بارہ میں جو کوشش فرمائیں گے اور آپ کی تحریک کے نتیجہ میں

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

قرآن مجید کا قانون وراثت

ورثاء کے حصص معلوم کرنے کا گوشوارہ

نمبر شمار		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
نام ورثاء		بیٹی کے لئے	دو یا زیادہ بیٹیوں کے لئے	ایک پوتی کے لئے	کئی پوتیوں کے لئے	بہن حقیقی کے لئے	حقیقی کئی بہنوں کے لئے	بہن باپ کی طرف سے	بہنیں باپ کی طرف سے	بہن یا بھائی ماں کی طرف سے	کئی بہنیں یا بھائی ماں کی طرف سے
جب کوئی اور وارث نہ ہو	۱	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ لڑکے یا لڑکا بھی ہے	۲	عصبہ	عصبہ	×	×	×	×	×	×	×	×
؍؍ بیٹی ہے	۳	۲/۳	۲/۳	۱/۶	۱/۶	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
؍؍ بیٹیاں ہیں	۴	۲/۳	۲/۳	×	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
؍؍ پوتا یا پوتے ہیں	۵	۱/۲	۲/۳	عصبہ	عصبہ	×	×	×	×	×	×
؍؍ پوتی ہے	۶	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
؍؍ پوتیاں ہیں	۷	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
؍؍ بہن حقیقی ہے	۸	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۱/۶	۱/۶	۱/۶	۱/۳
؍؍ کئی بہنیں حقیقی ہیں	۹	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	×	×	۱/۶	۱/۳
؍؍ بھائی حقیقی ہے	۱۰	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	عصبہ	۲/۳	×	×	۱/۶	۱/۳
؍؍ کئی بھائی حقیقی ہیں	۱۱	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	عصبہ	۲/۳	×	×	۱/۶	۱/۳
؍؍ بہن باپ کی طرف سے ہے	۱۲	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ بہنیں باپ کی طرف سے ہیں	۱۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۲/۳	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ بھائی باپ کی طرف سے ہے	۱۴	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	عصبہ	عصبہ	۱/۶	۱/۳
؍؍ کئی بھائی باپ کی طرف سے ہیں	۱۵	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	عصبہ	عصبہ	۱/۶	۱/۳
؍؍ بہن یا بھائی ماں کی طرف سے ہے	۱۶	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۳	۱/۳
؍؍ کئی بہن یا بھائی ماں کی طرف سے ہیں	۱۷	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۳	۱/۳
؍؍ ماں ہے	۱۸	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ دادی ہے	۱۹	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ نانی ہے	۲۰	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ بیوی یا بیویاں ہیں	۲۱	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ خاوند ہے	۲۲	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	۱/۶	۱/۳
؍؍ باپ ہے	۲۳	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	×	×	×	×	×	×
؍؍ دادا ہے	۲۴	۱/۲	۲/۳	۱/۲	۲/۳	×	×	×	×	×	×

۱۱	ماں کے لئے	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{6}$	-	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	※ باقی کا $\frac{1}{3}$	※ باقی کا $\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$
۱۲	نانی ایک یا کئی کے لئے	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	×	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$
۱۳	دادی ایک یا کئی کے لئے	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	×	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	×	$\frac{1}{6}$
۱۴	ایک بیوی یا کئی بیویوں کیلئے	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	-	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$
۱۵	خاوند کے لئے	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	-	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$
۱۶	باپ کے لئے	عصبہ	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	-	عصبہ
۱۷	دادا کے لئے	عصبہ	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	$\frac{1}{6}$ + عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	-
۱۸	لڑکا یا لڑکوں کے لئے	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۱۹	پوتا یا پوتوں کے لئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۲۰	ایک یا کئی بھائی حقیقی کیلئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
۲۱	ایک یا کئی بھائی باپ کی طرف سے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	⊛ عصبہ $\frac{1}{2}$ ×	⊛ عصبہ $\frac{1}{2}$ ×	×	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×
۲۲	چچا ایک یا کئی ہوں تو ان کیلئے	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	×	عصبہ	عصبہ	⊛ عصبہ $\frac{1}{2}$ ×	⊛ عصبہ $\frac{1}{2}$ ×	×	×	عصبہ / ×	عصبہ / ×	×	×	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	×	×

علامتوں کی تشریح:-

(۱) ⊛ اگر بہن خود عصبہ ہو تو باپ کی طرف سے جو بھائی ہوں گے وہ گر جائیں گے۔ اگر بہن وارث ہو تو پھر یہ عصبہ ہوں گے۔ ※ بیوی یا خاوند ہو اور باپ ہو تو بیوی اور خاوند کا حصہ دیکر باقی کا $\frac{1}{3}$ ماں کو ملے گا۔

(۲) $\frac{1}{6}$ + عصبہ:- یعنی پہلے بطور وارث کے $\frac{1}{6}$۔ اور اگر اصحاب الفرائض سے کچھ بچ گیا تو وہ بھی لے لیگا۔ جیسے باپ بیٹی بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ $\frac{\text{عصبہ}}{\times}$ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایک حالت میں گر جاویں گے اور دوسری میں وارث بطور عصبہ ہوں گے۔

(۳) × اس سے مراد یہ ہے کہ یہ وارث دوسرے وارث کے ساتھ مل کر کچھ نہیں لے گا۔ جیسے بھائی بیٹے کے ساتھ یا باپ کے ساتھ۔

(تیار کردہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل مرحوم بحوالہ الفرقان ربوہ۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

عصبہ:- کسی وارث کے عصبہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ سارے یا باقی سارے مال کا وارث ہے۔

تصوّف کے لطیف اسباق

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے ایمان افروز مکاتیب

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جہانگیر کے حکم سے ایک سال تک (۱۰۲۸-۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹-۱۶۲۰ء) قلعہ گوالیار میں قید رہے۔ آپ کے زمانۂ اسیری کے چند خطوط جو روحانیت، توحیدِ الٰہی اور تصوّف کے پُرکیف بیان پر مشتمل ہیں درج ذیل ہیں:۔

(۱)۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"مخدوم و مکرم! مصیبتوں کے آنے پر ہرچند کہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام کی امید بھی لگی رہتی ہے۔ حزن و اندوہ میں یہ بڑا ہی اچھا سرمایہ اور خوانِ الم و مصیبت کی من بھاتی نعمت ہے۔ ان شکرپاروں کے اُوپر کڑوی دوا کا ہلکا سا غلاف چڑھا دیا گیا ہے اور اس بہانے سے بظاہر مصیبت دکھائی گئی ہے مگر نیک بخت تو مٹھاس پر نظر رکھتے ہوئے تلخی کو مٹھاس کی طرح کھا جاتے ہیں، اور صفراوی مریض کے برعکس کڑواہٹ کو شیریں محسوس کرتے ہیں اور شیریں کیوں نہ پائیں کیونکہ محبوب کے افعال تو سب ہی میٹھے ہیں جو ماسوا اللہ کی محبّت میں گرفتار ہو اس کو کڑوے لگتے ہیں۔ سعادت مند تو محبوب کی دی ہوئی مصیبت میں اس قدر لذّت و حلاوت پاتے ہیں کہ انعام میں بھی متصوّر نہیں۔ ہرچند کہ دونوں محبوب ہی کی جانب سے ہیں، لیکن مصیبت میں محبّ کے نفس کو دخل نہیں اور انعام میں نفس کی خواہش کا حصول ہے۔

ع ھنیئًا لارباب النعیم نعیمھا۔

اللّٰھمّ لاتحرمنا اجرھم ولا تفتنّا بعدھم، آپ کا وجود شریف اسلام کی اس غربت میں مسلمانوں کے لئے مغتنم ہے۔ سلمکم اللہ سبحانہٗ و ابقاکم۔" والسلام

(مکتوبات امام ربّانی۔ مکتوب ۲۹ دفتر دوم طبع امرتسر ص۶۷)

(۲)۔ فرزندانِ گرامی، خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد سعید کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزندانِ گرامی! مصیبت کا وقت اگرچہ تلخ دبے مزہ ہے لیکن اس میں فرصت میسّر آجائے تو غنیمت ہے۔ اس وقت چونکہ تم کو فرصت میسّر ہے۔ خدا کا شکر بجا لا کر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ اور ایک لمحہ بھی فارغ نہ بیٹھو۔ تین باتوں میں سے

ایک بات کی پابندی ضرور رہنی چاہیئے ۔
تلاوت[1] قرآن پاک ، طول[2] قراءت کے ساتھ نماز اور کلمہ[3] لا الٰہ الا اللہ کی تکرار۔

کلمہ "لا" کے ساتھ نفس کے خود ساختہ خداؤں کی نفی کریں۔ اپنی مرادوں اور مقصدوں کی بھی نفی کریں۔ اپنی مرادیں چاہنا خدائی کا دعویٰ کرنا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش ہی نہ رہے اور ہوس کا خیال تک نہ آنے پائے تاکہ حقیقتِ حیات متحقق ہو .... ہوائے نفسانیہ کو جو جھوٹے خدا ہیں "لا" کے تحت لائیں۔ تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے اور تمہارے سینہ میں کوئی مراد اور مقصد باقی نہ رہے ۔ حتیٰ کہ میری رہائی کی آرزو بھی جو اس وقت تمہاری سب سے اہم آرزوؤں میں ہے، نہ ہونی چاہیئے تقدیر اور اس تعالیٰ کے فعل و مشیت پر راضی رہیں .... جہاں بیٹھے ہوئے ہیں اسی کو اپنا وطن سمجھیں، یہ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزرے اللہ کی یاد میں گزرنی چاہیئے ۔"

(شیخ احمد مجدد : مکتوبات شریف دفتر سوم، حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۲ مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ)

(۳) ۔ ایک مکتوب میں اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"برسوں تربیتِ جمالی کے ذریعہ منزلیں طے کرائی جا رہی تھیں ، اب تربیتِ جلالی کے ذریعہ مراحل طے کرائے جا رہے ہیں۔ اس لئے مقامِ صبر، بلکہ مقامِ رضا پر قائم رہیں اور جمال و جلال کو ایک ہی جانیں ، تم نے لکھا تھا کہ "ظہور فتنہ کے وقت سے ذوق و حال جاتا رہا" ذوق و حال کو تو اس وقت المضاعف ہونا چاہیئے ، کیونکہ جفائے محبوب اس کی وفا سے زیادہ لذت بخش ہوتی ہے ، یہ کیا مصیبت آئی کہ تم بھی عام لوگوں کی طرح باتیں کرنے لگے ، اور محبت ذاتیہ سے دُور نکل گئے ؟

(شیخ مجدد۔ مکتوبات شریف ، دفتر سوم حصہ ہشتم مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ مکتوب ۶ صـ۱۶)

(۴) ۔ ایک اور مکتوب میں مرزا مظفر خان کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"حقیقت یہ ہے کہ جو چیز بھی محبوب حقیقی کی طرف سے پہنچے ۔ اس کو کشادہ پیشانی اور فراخ حوصلگی سے احسان مندی کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے ، بلکہ اس سے لطف اٹھانا چاہیئے ، رسوائی اور بے ننگی جو مراد محبوب ہے ، محبوب کے نزدیک نام و ننگ سے بہتر ہے ، یہ اس کے دل کی خواہش ہے۔ اگر یہ بات محبّ میں پیدا نہ ہو تو اس کی محبت

ناقص ہے بلکہ وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں

خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(شیخ مجددؒ۔ دفتر دوم، مکتوبات شریف، حصہ ہفتم مکتوب ۵۷، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ)

(۵) اپنے ایک دوسرے خلیفہ خواجہ میر محمد نعمان (م ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء) کے نام تحریر فرماتے ہیں :۔

"عاشق جس طرح محبوب کے انعام میں مزہ پاتا ہے، اسی طرح اس کے ایلام میں بھی اس کو لطف آتا ہے، بلکہ ایلام میں اور زیادہ مزہ آتا ہے، کیونکہ اس میں حظِّ نفس کا شائبہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی آرزو کو بھی دخل نہیں ہوتا۔ جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ، جو جمیلِ مطلق ہے، اس شخص کو آزار پہنچانا چاہے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی اس شخص کی نظر میں جمیل ہے، بلکہ اس میں اس کو لطف آتا ہے۔ چونکہ اس جماعت (اعداء و مخالفین) کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد کے عین مطابق ہے اور یہ مراد اس مراد کے ظاہر ہونے کا دریچہ ہے، اس لئے یقیناً ان کی مراد بھی نظر کو بھلی اور اچھی معلوم ہوتی ہے اور اس میں لطف آتا ہے اور اس شخص کا عمل جو محبوب کے عمل کا آئینہ دار ہو، محبوب کے عمل کی طرح پیارا لگتا ہے، اور اس کا کرنے والا اسی نظر کے وجہ سے عاشق کی نظر میں محبوب ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس شخص کی جانب سے جتنی جفائیں ہوتی ہیں، عاشق کی نظر میں وہ اتنا ہی زیادہ پسندیدہ ہوتا جاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ غضب محبوب کی پوری پوری نمائندگی کر رہا ہے۔ اس راہ کے دیوانوں کا معاملہ نرالا ہے۔ پس اس شخص کی برائی چاہنا اور اس سے بددل ہونا محبوب کی محبت کے منافی ہے کیونکہ وہ شخص تو فعل محبوب کے آئینہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے جو لوگ آزار پہنچانے کے درپے ہیں وہ دوسری مخلوق سے زیادہ نگاہوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ تنگیٔ دل کو دور کریں۔ اور جو لوگ یا جماعت آزار کے درپے ہے اس سے برا سلوک نہ کریں، بلکہ اس کے فعل سے لطف اٹھائیں۔"

(شیخ مجددؒ۔ مکتوب شریف، دفتر سوم حصہ ہشتم۔ مکتوب ۱۵، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ)

ان مکاتیب مقدسہ کے آئینہ میں شیخ مجددؒ کے کردار کی تابناکی کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے، خود باختگی اور خود سپردگی کا یہ عالم ہے کہ جفاؤں میں بھی لذت حاصل ہوسکتی ہے۔ (ماخوذ (الفرقان مارچ ۱۹۶۲ء)

═══

اے سمیع وکریم!

(جنابِ خادم احمدی۔ ملیر کراچی)

الٰہی ہاتھ ہیں اونچے مری یہ التجا سُن لے
دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

خطائیں اَن گِنت ہیں تجھ سے یہ شرمندگی بھی ہے
بہت کمزور ہیں یا ربّ تیری پر بندگی بھی ہے
سنوارے گا تُو ہی تیری ودیعت زندگی بھی ہے
اُڑھا دے فضل کی چادر دُعا تُو اے خدا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

کرم کی جُستجو میں کب سے سرگرداں ہیں یہ بندے
بہت عاجز ہیں اور دُنیا سے رُوگرداں ہیں یہ بندے
مگر غیّور رکھتے ہمّتِ مرداں ہیں یہ بندے
ہمیں تُو پیار دے اپنا، ہماری یہ صدا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

کیا ہے عزم یہ، دُنیا میں حق کی سرفرازی ہو
ہر اِک عابد خدا کا اور ہر اِک اس کا غازی، ہو
جہاں میں ہر جگہ پیدا اُنس مثلِ حجازی ہو
کریں اس عزم کی تکمیل وعدہ کی وفا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

خدا تیری حمایت ساتھ ہو تو کامراں ہیں ہم!
وگرنہ مثلِ شبنم ایک قطرہ بے نشاں ہیں ہم
ترے ہی نام پہ یاربّ شریکِ کارواں ہیں ہم
مدد کا اپنی وارث کر ہمارا مدّعا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

ہمیں وہ دِل عطا کر جذبۂ خدمت سے ہو لبریز
ہماری وسعتِ قلبی سے ہر غمگین ہو گلریز
نگاہ خدّام کی اَب صورتِ شاہین پھر ہو تیز
دُکھی اِنسانیّت سے رابطہ ہو پیار کا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

خدایا نصرتِ رُوح القدس سے کامراں کر دے
خدایا وسعتِ علمی میں بحرِ بیکراں کر دے
خدایا نام لیواؤں کو اپنے تُو عیاں کر دے
خدا تُو دہر سے ظلمات کو کر دے فنا سُن لے

دکھا دے راستہ سیدھا خدا تُو یہ دُعا سُن لے

شکر کے طریق اور برکاتِ شکر

مکرم فضل احمد صاحب شاہد۔ رکن شعبہ تاریخ احمدیت۔ ربوہ

انسانی زندگی کے ہر لمحہ میں خدا تعالیٰ کے فضلوں کا نزول ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے اِس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اس کے احسانوں کا شمار مشکل ہے۔ کائنات کی ہر شئے اور ہر ذرّہ خدا نے ہماری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے پھر اتنے بڑے احسانات کو گنا کیسے جا سکتا ہے؟ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے جی میں آیا کہ اللہ نے جو انعام مجھ پر کئے ہیں اُن پر ایک کتاب لکھوں۔ فرمایا اِس ارادے کی تکمیل جب مَیں کرنے لگا تو کشف میں دیکھا زور سے بارش ہو رہی ہے اور اللہ مجھے فرماتا ہے کہ اگر یہ قطرے گِن سکتے ہو تو میرے احسان بھی گِن سکو گے۔ تب مَیں نے یہ ارادہ چھوڑ دیا (تذکرہ) پس احسانات باری تعالیٰ کو گننا مشکل ہے لیکن یہ احسانات ہمیں شکر کے تقاضوں کی طرف بُلا رہے ہیں۔ اِس ضمن میں شُکر کے چند تقاضے یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) شُکر کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت حمد کی جائے۔ کنز العمّال میں اِس ضمن میں یہ احادیث درج ہیں الحمد رأس الشکر یعنی حمد شکر کا سرچشمہ ہے۔ نیز فرمایا اوّل من یدعی الی الجنّة الحمادون الّذین یحمدون اللہ فی السّراءِ و الضّراءِ۔ سب سے پہلے وہ لوگ جنّت کی طرف بُلائے جائیں گے جو خوشحالی اور تنگی میں خدا کی تعریف کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

(۲) شُکر کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی کیا جائے حدیثِ قدسی ہے یا ابن اٰدم ماذکرتنی شکرتنی (کنز العمّال) تُو نے میرا ذکر کر کے میرا شُکر کیا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا اے میرے رب تیرے شکر کا کیا طریق ہے۔ جواب ملا کہ یہ بھی میرا شکر ہے کہ بندے کو یہ علم ہو۔ اُس کے ذہن میں ہو کہ جو نعماء اُسے حاصل ہیں وہ میری طرف سے ہیں۔ (کنز العمال)

(۴) شکر کا ایک طریق نعمتِ خداوندی کا بکثرت تذکرہ کرنا ہے۔ حدیثِ نبویؐ ہے مِنْ شُکْرِ النِّعمۃِ افشاءھا (کنز العمال) اور "زبور" میں لکھا ہے کہ "لوگوں کے درمیان اُس کے کاموں کو بیان کرو"۔

(۵) سُورۃ فاتحہ کا بکثرت ورد بھی شکر کا ایک طریق ہے۔ حدیثِ نبویؐ ہے اذا قلت الحمد للہ ربّ العالمین فقد شکرت اللہ (کنز العمال) یعنی جب تُو الحمد للہ ربّ العالمین کہے تو تُو نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(۶) شکر کا ایک طریق اِن الفاظ کا وِرد ہے لَاحَول ولاقوۃ اِلّا باللہ۔ حدیثِ نبویؐ ہے مَن انعم اللہ علیہ نعمۃ فاراد بقاءھا فلیکثر من قول لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ (کنز العمال) یعنی جس پر اللہ کوئی انعام کرے تو اس انعام کی بقاء کا طریق بکثرت لاحول ولا قُوۃ اِلّا باللہ پڑھنا ہے۔

(۷) اللہ کے شکر کا ایک طریق یا تقاضا یہ ہے کہ اُس کے بندوں کا بھی شکر کیا جائے۔ حدیث ہے لا یشکر اللہ من لا یشکر النّاس (مسند احمد بن حنبل)

(۸) اقرارِ احسان بھی شکر کا ایک طریق ہے۔ حضرت سیّدنا محمود فرماتے ہیں "مُحسن کی تعریف کے ساتھ اقرارِ احسان شکر کہلاتا ہے"۔ (تفسیر کبیر)

(۹) نعماءِ باری کا زبان سے مزا چکھنا بھی شکر کا ایک طریق ہے۔ حضورِ اکرمؐ بارش کا پہلا قطرہ اپنی زبانِ مبارک پر لیتے اور فرماتے کہ یہ میرے ربّ کی تازہ نعمت ہے۔

(۱۰) حدیث سے ثابت ہے کہ خدا کی نعمت کا اثر اور اظہار بھی شکر کا طریق ہے۔

(۱۱) حضورؐ سے جب سوال کیا گیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر پہنچانا تھا پہنچا دیا اب عبادت کی کیا ضرورت۔ فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ گویا شکر کا ایک بڑا طریق خدا کی عبادت بجا لانا ہے۔ خدا فرماتا ہے فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ (الزمر)

(۱۲) حضورِ اکرمؐ کے احسانات کے شکر کا طریق یہ ہے کہ آپؐ پر بکثرت درود پڑھا جائے۔ آپؐ کی پَیروی کی جائے۔

(۱۳) حضرت سیّدنا محمود فرماتے ہیں "ہر کامیابی پر خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ کچھ بطور شکرانہ خرچ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ کامیابی پر الحمد للہ کہنے کا ایک عملی نمونہ ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل صد ۱۲۹)

(۱۴) شکر کا ایک طریق یہ ہے کہ انسان خدا کی دی ہوئی چیز کو عمدگی کے ساتھ اور برمحل استعمال

کرے۔ (تفسیر کبیر)

(۱۵) شکر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح استعمال اور صحیح مَصرف بھی ہو۔ (تفسیر کبیر)

(۱۶) شکر کا ایک طریق یہ ہے کہ انسان خدا کی عطا کردہ نعماء سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۷)

(۱۷) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے شکر کا ایک طریق تقویٰ وطہارت بیان فرمایا۔ فرمایا "تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔" (انفاخِ قدسیہ صفحہ ۱۷)

(۱۸) جسمانی قویٰ کا شکر ان کو فطرتی کاموں پر لگانا ہے۔ (انفاخِ قدسیہ)

(۱۹) محسنوں کے شکر کا ایک طریق اُن کے لئے دعائیں کرنا ہے۔

(۲۰) شکر کا ایک طریق یہ ہے کہ ہر وہ نعمت جو اپنے پاس ہے اُسے خدا کی عطا ہی سمجھا جائے۔ حضور فرماتے ہیں ؎

کیونکر ہو شکر تیرا۔ تیرا ہے جو ہے میرا
تُو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

(۲۱) حقیقی شاکر مصائب میں بھی خدا کو نہیں بھولتے۔ بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

جب تجھ سے دل لگایا سَو سَو ہے غم اُٹھایا
تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا
پر شکر اے خدایا۔ جاں کھو کے تجھ کو پایا
یہ روز کر مبارک سُبحَانَ مَن یَّرَانِی

تقویٰ کا اعلیٰ معیار

ایک دفعہ (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے رفقاء کے ہمراہ) اس راستہ کی طرف جو یکّوں ٹمٹموں کا راستہ متصل محلہ خاکروباں بٹالہ کو جاتا ہے سَیر کو تشریف لے گئے واپسی پر راستہ کے ایک طرف درخت کیکر کسی کا گرا ہوا تھا۔ بعض دوستوں نے اس کی خورد شاخیں کاٹ کر مسواکیں بنا لیں۔ حضور کے ساتھ اس وقت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی تھے جن کی عمر اس وقت ۱۰-۱۲ سال تھی۔ ایک مسواک کسی بھائی نے ان کو دے دی اور انہوں نے بوجہ بچپن کی بے تکلفی کے حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) سے کہا کہ "ابّا مسواک لے لیں"۔ حضور نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ بھی کہا۔ حضور نے پھر جواب نہ دیا۔ سہ بارہ پھر کہا کہ ابّا مسواک لے لیں تو حضور نے مُسکراتے ہوئے فرمایا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ مسواکیں کِس کی اجازت سے لی گئی ہیں۔ اِس فرمان کے سُنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر پھینک دیں۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ صفحہ ۱۲۲۶)

(۲۲) حقیقی شاکر وہ ہیں جو شکر کے سب طریق بجالانے کے بعد اس بے بسی کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم سے شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ حضور فرماتے ہیں ؎

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

● نعماء باری کا شکر بجالانے سے درج ذیل برکات ملتی ہیں:-

(۱) شکر ادا کرنے سے خدا کی رضا ملتی ہے
اِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ (الزمر)

(۲) شاکر کی فرشتے تعریف کرتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں "اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سُنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔" (کشتی نوح)

(۳) حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں "بِالشُّکْرِ تَدُوْمُ النِّعَم" (انجامِ آتھم) شکر کرنے سے نعمتوں کو دوام حاصل ہوتا ہے۔

(۴) نیز فرمایا "تزید الآلاء" (انجامِ آتھم) شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے لَاِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم شکر کرو تو میں اپنی نعمتیں تمہارے لئے بڑھاؤں گا۔

(۵) انسان بکثرت احسان کا اقرار کرنے کے نتیجہ میں خدا کی صفت شکور کا مظہر بن جاتا ہے۔

(۶) قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر فرماتے ہیں "تمام ترقیات شکر کے ساتھ وابستہ ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد سوم صہ ۴۴۷)

(۷) شکر بجالانے والے پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں "اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔" (انفاخِ قدسیہ صہ ۱۷)

(۸) شکر کے نتیجہ میں عاجزانہ راہوں پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔

(۹) اگر قویٰ انسانیہ سے کام لے کر خدا کا شکر بجالایا جائے تو قویٰ پر برکت نازل ہوتی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں "اگر آنکھ کو چالیس روز بند رکھا جاوے گا تو اُس کے دیکھنے کی طاقت سلب ہو جاوے گی۔ پس یہ ضروری امر ہے کہ پہلے قویٰ کو اُنکے فطرتی کاموں پر لگاؤ تو اَور بھی ملے گا۔ ہمارا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جہاں تک عملی طاقتوں سے کام لیا جاوے اللہ تعالیٰ اُس پر برکت نازل کرتا ہے۔" (انفاخِ قدسیہ صہ ۱۱۸)

(۱۰) سورۃ کوثر سے ثابت ہے کہ شکر گزار بندوں کے دشمن ناکام و نامراد رہتے ہیں۔

(۱۱) شکر گزار بندوں کو اعمالِ صالحہ کے بجا لانے کی توفیق ملتی ہے۔ (النمل)

(۱۲) شاکر بندوں کو خدا تعالیٰ اپنے نشانات عطا کرتا ہے۔ (سورۃ سبا)

(۱۳) شکر گزار بندوں کو مصائب میں سکون ملتا ہے۔

(۱۴) شکر گزار بندوں کی اولاد صالح ہوتی ہے۔ (سورۃ احقاف)

(۱۵) خدا کی طرف سے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ (سورۃ احقاف)

(۱۶) شاکر بندے خدا کے کامل فرمانبرداروں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ (سورۃ احقاف)

(۱۷) شاکر بندوں کے اعمال خدا کی جناب میں مقبول ہوتے ہیں۔ (سورۃ احقاف)

(۱۸) شاکر بندوں کے گناہوں سے خدا تعالیٰ درگزر کرتا ہے۔ (سورۃ احقاف)

(۱۹) شاکر بندوں کو خدا اپنے برگزیدوں میں شامل کرتا ہے۔ (سورۃ نحل)

(۲۰) شاکر بندوں کو خدا خود اپنے پیار کی راہوں پر چلاتا ہے۔ (سورۃ نحل)

(۲۱) شاکر بندوں کے ساتھیوں کو بھی خدا بچاتا ہے۔ (سورۃ القمر)

(۲۲) سیدنا محمود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں "جذبۂ شکر فکر کو مدد دیتا ہے۔" (تفسیر کبیر)

(۲۳) نیز فرمایا کہ شکر کے نتیجہ میں "قربِ الٰہی کی راہیں انسان پر کھلنے لگ جاتی ہیں۔" (تفسیر کبیر سورۃ کوثر صـ۴۱۵)

(۲۴) شاکر بندے حسناتِ دارین سے حصّہ پاتے ہیں۔ (سورۃ نحل)

چونکہ شکر کی توفیق بھی خدا کے فضل سے ملتی ہے اس لئے انسان پر واجب ہے کہ وہ اس کی توفیق کے لئے دعائیں مانگتا رہے تاکہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کا مورد بنا رہے۔

اے خدامِ احمدیّت! یاد رکھیں اگر آپ شکر کے دروازوں سے داخل ہوں گے تو خدا کی رحمت آپ کو ڈھانپ لے گی اور آپ ان تمام برکات کے وارث ہوں گے جو خدا کے شکر گزار بندوں کو ملتی ہیں۔

خدا کرے کہ ہم سب ہر آن اپنے محسن ربّ کے شکر گزار بندے بنے رہیں کبھی بے وفائی نہ کریں اور بے حساب برکات پائیں۔ آمین

مَیں دعا کروں گا

حضرت حافظ نبی بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ بوجہ کمزوری نظر حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے پاس علاج کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ شاید موتیا اُترے گا۔ مَیں نے دُوا اور ڈاکٹروں سے بھی معائنہ کرایا سب نے یہی کہا کہ موتیا اُترے گا۔

تب مَیں مضطرب و پریشان ہو کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حال عرض کر دیا۔ حضور نے الحمد للہ پڑھ کر میری آنکھوں پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا

"مَیں دعا کروں گا"

اس کے بعد پھر نہ وہ موتیا اُترا اور نہ ہی وہ کم نظری رہی اور اسی وقت سے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری آنکھیں درست ہیں۔

(ماخوذ از سیرۃ المہدی حصّہ سوم صـ۲۳)

بچّے کے ابتدائی دس سال کا نفسیاتی تجزیہ

یہ مضمون ایک امریکن انگریزی رسالہ سے ترجمہ کر کے الفرقان میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب مرحوم کے اِس نوٹ کے ساتھ شائع ہوا تھا:۔ "اِس مضمون کا بچوں کی تربیت سے گہرا تعلق ہے۔ آیت قرآنی فطرۃ اللّٰہ التی فطر النّاس علیہا کی روشنی میں اس سے بہت استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اُسے نماز سکھاؤ اور جب وہ دس برس کا ہو جائے تو اُس سے پوری تاکید سے نماز پڑھواؤ۔ اِس مضمون کے مطالعہ سے اِس ارشادِ نبوی کا پُر حکمت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ (ادارہ)

امریکہ کے ڈاکٹر آرنلڈ جیل نے بچّے کی ابتدائی دس سالہ زندگی پر غور و فکر کر کے اپنے مشاہدات کی بناء پر چند کتب تالیف کی ہیں جن میں بچّے کی دس سالہ عمر میں درجہ بدرجہ جو طبعی تغیرات اس کے اطوار و خصائل کے لحاظ سے رونما ہوتے اور نشو و نما پاتے ہیں ان کا بیان ہے۔

ڈاکٹر موصوف کی رائے میں بچّے کی طبیعت اور اسکی ضروریات کا اندازہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اس کے طبعی نشو و نما کا علم حاصل کیا جائے جس کے فقدان کی صورت میں اکثر والدین اپنے بچّوں سے ناواجب توقعات رکھتے ہیں اور بسا اوقات اُن کی روش پر کڑی پابندیاں لگاتے، غصّے کا اظہار کرتے اور نا دیبی کارروائی عمل میں لاتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کا مقولہ ہے کہ بچّے کو چھوٹا بالغ نہ تصور کرو بلکہ ایک نشو و نما پانے والا جوہر قرار دو۔

بچّے کے جسمانی قویٰ نیز اس کی ذہنی و روحانی طاقتیں سب بتدریج ترقی پاتی ہیں۔ جب ہمیں علم ہو کہ ایک چار سالہ بچّے کا بناوٹی کہانیاں بیان کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ ایک طبعی امر ہے تو ہم اُسے دروغ گوئی کی بناء پر ہرگز سزا کا مستوجب نہیں قرار دیں گے۔ اسی طرح یہ جانتے ہوئے کہ سات سالہ بچّہ میں ملکیت کا احساس ترقی پا رہا ہوتا ہے ہم بخوبی سمجھ جائیں گے کہ وہ چوری کیوں کرتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ ان مخصوص خصائل و عادات کا جائزہ لینے پر صرف کیا ہے جو بالعموم ایک صحت مند بچّے میں اُس کی عمر کے مختلف حصوں میں نمایاں صورت اختیار کرتی ہیں۔ وہ پہلے محقق ہیں جنہوں نے بچّے کی روز بروز کی بلکہ لمحہ بلمحہ کی ذہنی اور جسمانی سرگرمیوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے مثلاً بچّے کے سال اوّل کے ہر مہینے کے اطوار و خصائل کا مطالعہ کر کے انہوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ بچہ دنیوی معلومات سب سے پہلے آنکھوں سے اخذ کرتا ہے نہ کہ ہاتھوں سے۔ چار ماہ کی عمر میں وہ اپنی آنکھوں سے ایک چھوٹے سے غلیلے کی شناخت کر سکتا ہے۔ قریباً دس ماہ کی عمر میں وہ اس کو انگوٹھے اور ملحقہ انگلی سے اُٹھاتا ہے۔ سال بھر کا ہونے پر وہ اُس کو اُٹھا کر بوتل میں ڈال سکتا ہے۔ پندرہ ماہ کا ہو کر وہ کئی مکعبوں کو یکے بعد دیگرے اُٹھاتا ہے جو گنتی کے احساس کی علامت ہے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں وہ تین مکعبوں کا ایک برج یا مینار بناتا ہے اور دو سال کا ہو کر ایک دیوار اور تین سال کی عمر میں پُل۔

وہ اپنی تحقیقات کا خلاصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بچّے

کی سب طبعی قوتوں و استعدادوں کی نشوونما ہوتی ہے خود اعتمادی
خوف، محبت، اشتیاق نیز اپنے والدین اور ہمجولیوں کے متعلق
اچھے یا بُرے احساسات اور ظرافت کے جذبات وغیرہ پس
یہ کوئی مضائقے کی بات نہیں کہ اڑھائی سال کی عمر میں بچہ
اپنے کسی ہمجولی سے کوئی کھلونا چھینے یا چار سال کا ہو کر وہ
دشنام دے اور کوئی شے چھینے یا اترائے اور داستانیں
گھڑے یا چھ سال کی عمر میں وہ یکدم اپنے قول و فعل کو جارحانہ
رنگ دے اور غصے و محبت کے متضاد جذبات کا مظاہرہ کرے۔

مگر سات آٹھ سال کی عمر میں بچہ انصاف اور دیانت
کا ایک نیا احساس پیدا کرتا ہے۔ وہ صحیح و غلط اور اچھے و
بُرے کی تمیز کرنے لگ جاتا ہے اور دس سال کی عمر میں وہ
جماعتی مسائل میں دلچسپی لینے لگتا ہے اور ذاتی ذمہ داری
کا احساس اسے ہونے لگتا ہے۔ پانچواں اور دسواں
سال نسبتاً زیادہ پُرسکون ہوتے ہیں۔ پانچویں سال میں لڑکی
یا لڑکا اپنے خاندان کے اندر اور دنیا میں اپنے وجود کی
شخصیت کا احساس کرنے لگتا ہے اور دسواں سال
ایک سنہری زمانہ ہوتا ہے جس میں کہ فراخدلی کے خیالات
اس کے اندر راسخ کئے جا سکتے ہیں جو اسے تنگ نظری اور
مذہبی تعصبات سے محفوظ رکھیں۔

ڈاکٹر موصوف گہری ہمدردی کے جذبات کا ایسے
بچوں کے لئے اظہار کرتے ہیں جن پر ان کے والدین اور دیگر
بزرگ پشتوں سے سختی اور تحکم کا استعمال کرتے رہے مگر پھر بھی
ناکام رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کسی بچے کو سزا یا ملامت سے
کھانے کے آداب یا نشست و برخاست کے طریق نہیں سکھائے
جا سکتے بچہ خود بخود وقت آنے پر آداب سیکھ جاتا ہے بشرطیکہ نمونہ
اچھا ہو نشوونما صحیح ہو اور اسے مربیانہ شفقت میسر ہو۔ وہ
اعتراف کرتے ہیں کہ بلاشبہ دنیا میں بُرائی موجود ہے مگر بچوں کے اندر
نیکی کو فوقیت و تقدیم حاصل ہے بشرطیکہ اس سے استفادہ کیا جائے
اور اگر نشوونما کی علامات کو ہم شناخت کر سکیں اور بچے کی ضروریات
اور اسکی طبیعت کو سمجھ سکیں تو استفادہ ممکن ہو جاتا ہے۔

اساتذہ اور والدین کو یہ تو اعتراف ہے کہ عملی مہارت
ہمیشہ بتدریج ترقی کرتی ہے مگر اس کے باوجود بچے کے اطوار
و اخلاق اور اس کے تعلیمی مقابلوں کی صورت میں وہ اس
اصول کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اسے ملامت کی جاتی ہے اور
ان خامیوں کی بناء پر اسے سزا دی جاتی ہے جو محض اس کی
صغر سنی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ہم بچے کو بلوغت کے
معیار پر جانچنے کے عادی ہیں اور اسی معیار پر پورا اُترنے
کے لئے اسے مجبور کرتے ہیں حالانکہ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی
عمر کے مناسبِ حال معیار کے مطابق کرتا ہے۔

بسا اوقات زبردستی تعمیل کرائی جاتی ہے معافی
کا ایسے وقت مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ صرف ظرافت سے کام
لینا زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف بچے سے علانیہ محبت کی ضرورت پر
زور دیتے ہیں تاکہ بچہ اپنی اہمیت کا احساس کرے اور سمجھے
کہ اس کی ضرورت ہے۔ مشاہدات ظاہر کرتے ہیں کہ جن بچوں کو
والدین کی محبت نصیب نہیں ہوتی وہ دیر سے چلنا اور بولنا
سیکھتے ہیں اور ان کی قوتِ بیانیہ ناقص رہتی ہے۔ وہ اجنبیوں
سے زیادہ ڈرتے ہیں اور ان بچوں کے معیار پر نہیں اترتے
جن کی پرورش والدین کی محبت کے ماحول میں ہوئی ہو۔

(الفرقان مئی جون ۱۹۵۳ء)

(جناب منوّر احمد جاوید - لالہ رُخ کالونی - واہ کینٹ)

وہ اپنے ہاتھوں میں ایک پیکٹ تھامے کھڑے تھے۔ خاتون کی نگاہ اُن پر جمی ہوئی تھی بظاہر وہ ٹکٹکی باندھے اُن کو اور پیکٹ کو دیکھ رہی تھی۔ ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے شفاف موتی ایک ایک کر کے رخساروں پر اپنی رفتار کا سفر جاری کیے ہوئے تھے لیکن اس کے دماغ کے پردہ پر کچھ ہیولے رقصاں تھے۔ کچھ شکلیں تھیں، کچھ تصویریں تھیں جو اُبھر اُبھر کر ڈوب رہی تھیں۔ کچھ چہرے تھے جو جانے پہچانے سے لگتے تھے اور یادوں کے دیپ سے چاروں جانب روشنی بکھیر رہے تھے۔

خاتون بیتے دنوں کے گرداب میں پھنس چکی تھی۔ اُس کو وہ وقت یاد آرہا تھا جب وہ اور اُس کا شوہر نذیر ——— اسی جگہ اس گھر میں بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ دن گزار رہے تھے۔ زیادہ دنوں کی تو بات نہ تھی یوں جیسے کل کی بات ہو۔ ابھی ایک سال ہی تو گزرا تھا۔ اس کا شوہر ایک فیکٹری میں ملازم تھا۔ گو تنخواہ کم تھی، اخراجات طاقت سے باہر تھے لیکن ایک دوسرے کے پیار میں ڈوبے دونوں میاں بیوی جیسے تیسے زندگی کی گاڑی کھینچ رہے تھے۔

مختصر سا کنبہ ——— یہی دو بچے اور میاں بیوی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ تھی۔ اُس کا شوہر نذیر ——— سارا دن محنت کرتا۔ زائد آمدن حاصل کرنے کے لئے اوور ٹائم بھی لگاتا۔ خوب تھک ہار کر محنت کا پسینہ بہا کر ——— جب وہ گھر میں داخل ہوتا تو اُس کو سکون سا مل جاتا۔ بچوں کی پیاری پیاری سی باتیں اُس میں زندہ رہنے کی لگن پیدا کر دیتیں۔ بیوی کی شرمیلی مسکراہٹ اور اپنائیت اس میں مزید محنت کا جذبہ اور خواہش بھر دیتیں وہ اسی ماحول اور ہمت کے سہارے رُوکھی سُوکھی کھا کر بھی خوش تھا اور اگلی صبح ہر روز

ایک نئے جذبے، نئی لگن اور نئے ولولے کے ساتھ کام پر روانہ ہو جایا کرتا۔

وہ دن ــــ خاتون کو اچھی طرح یاد تھا۔ رمضان کو شروع ہوئے ابھی تین چار دن ہی ہوئے تھے۔ ابھی سے ہر کوئی عید کی آمد کا منتظر تھا۔ ہر دل کی خواہش تھی کہ اب کی عید دھوم دھام سے منائے۔ یہ خیال خود خاتون کے دماغ میں بھی تھا۔ لیکن ہاتھ ذرا تنگ تھا۔ خود تو وہ اور نذیر پرانے کپڑوں اور جوتوں میں وقت گزار سکتے تھے لیکن یہ بچے ــــ وہ تو معصوم تھے۔ وہ تو یہ نہ سمجھتے تھے۔ اُن کی ضد تھی کہ اِس دفعہ اُن کے کپڑے بھی نئے ہوں اور جوتے بھی پرانے نہیں پہنیں گے ــــ اور اُسی روز رات کو خاتون نے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"سُنتے ہو جی ــــ عید آرہی ہے ــــ"

"ابھی تو بڑے دن ہیں بھلی لوگ ــــ" نذیر نے کروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"یہ دن ــــ پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے ــــ" خاتون نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پھر ــــ" نذیر نے پوچھا۔

"پھر یہ کہ ــــ ہماری تو کوئی بات نہیں پرانے کپڑوں اور جوتوں سے کام چلا لیں گے لیکن بچوں کے لیے کچھ ہو جاتا تو اچھا تھا"

خاتون نے آہستہ سے مدعا بیان کر دیا۔

"یہ تو ٹھیک ہے ــــ پر" نذیر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"پر ــــ پر کیا ــــ" خاتون نے بےچینی سے پوچھا۔

"رمضان کی وجہ سے اِس ماہ فیکٹری میں اوور ٹائم بھی نہیں ملے .... اور .... اور .... لیکن تم فکر نہ کرو ــــ ہو جائے گا بندوبست ــــ" نذیر نے خاتون کو تسلی دی اور سونے کے لیے بتی بند کر دی۔

اگلے روز سے ہی نذیر نے نائٹ شفٹ لے لی اور دن کو کسی ٹھیکیدار کے ساتھ مل کر تعمیر کا کام کرنے لگا۔ تا کہ اس طرح سے حاصل کردہ مزدوری سے وہ اپنے بچوں کے لیے کپڑے اور جوتے خرید سکے ــــ اور ساتھ ہی خاتون کے لیے کوئی تحفہ بھی ــــ جو عید ہی کے طور پر اُس کو دے سکے ــــ لیکن خاتون کو زندگی بھر افسوس ہی رہے گا کہ اُس نے کیوں یہ بات نذیر سے کہی تھی۔ اپنی اس خواہش کا اظہار اُس نے کیوں کیا تھا۔ کیا نئے جوتوں اور کپڑوں کے بغیر عید نہیں ہو سکتی تھی ــــ اُس کی ہی خواہش تھی نا ــــ کہ بچے نئے کپڑوں اور جوتوں میں عید گزاریں ــــ لیکن وائے افسوس، اُس کی یہی آرزو تھی جس کی بھینٹ

اُس کا محبوب شوہر چڑھ گیا تھا ــــ بچوں
کے لیئے عید کا تحفہ لینے گیا تھا مگر انہیں
یتیمی کا داغ دے گیا ۔ وہ خاتون کو عید
پر تحفہ دینا چاہتا تھا ــــ لیکن اسے
بیوگی کا تحفہ دے گیا ــــ

نذیر ــ محنت سے مزدوری کمانے
کے حق میں تھا ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بچوں کو
کم کھانے کو دے دو ۔ لیکن دو تو رزقِ حلال
دو ۔ اُس کی خواہش تھی کہ اُس کے خون
پسینے سے کمائی ہوئی آمدن ہی اُس کے مستقبل
کو تعمیر کرے ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ رات رات
بھر مشین پر کھڑا رہتا ۔ دل لگا کر اور محنت
سے کام کرتا ۔ اُس کے ساتھی چند گھنٹے
آرام بھی کر لیتے اور اُس کو بھی سو جانے
کو کہتے لیکن وہ مسکرا کر ٹال جاتا اور کہتا
مَیں نے اِس وقت میں کام کرنے کا معاہدہ کیا
ہوا ہے سونے کا نہیں ۔ اُس کے ساتھی
چند گھنٹے آرام کے بعد بھی چائے پانی کے بہانے
اونگھ لیتے لیکن وہ تمام وقت کھلی آنکھ کے
ساتھ اپنے فرائض ادا کرتا رہتا ۔

رات کی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ
سویرے سویرے ٹھیکیدار کے پاس چلا جاتا ۔
گھر تو صبح کے وقت روزہ رکھنے کو ہی آتا اور
پھر سارا دن سخت دھوپ میں روزہ کی حالت
میں وہ مزدوری کرتا ۔ چار بجے چھٹی ہوتی تو
گھر آتا اور چند گھنٹے سو لیتا ــــ صرف اِس
تمنّا کو دل میں بسائے کہ اس کے بچے عید پر
نئے کپڑے اور جُوتے حاصل کر سکیں ۔ وہ دل
ہی دل میں سوچتا کہ جب میرے بچے نئے نئے
کپڑے پہن کر عید پڑھنے جائیں گے تو یہ تکلیف ،
یہ پریشانی اور تھکاوٹ انہیں خوش دیکھ کر
اطمینان میں بدل جائے گی ۔ تب مجھے کتنا سکون
حاصل ہوگا ۔

وہ اُس کا آخری دن تھا ۔ محنت رنگ
لائی تھی ۔ اب اُس کے پاس اتنی رقم اکٹھی
ہو چکی تھی کہ وہ حسبِ خواہش تحائف خرید
سکتا تھا ــــ شام کے تین بج چکے تھے ۔
ایک گھنٹے بعد ــــ صرف ایک گھنٹے کے
بعد اس نے سوچا ۔ ٹھیکیدار سے ساری
رقم لے لوں گا ۔ شام کو بچوں کے ساتھ بازار
جاؤں گا ۔ کتنے خوش ہوں گے میرے بچے ۔
کتنی مسرت ہوگی اُن کے معصوم چہروں
پر ۔ کس طرح اِترا اِترا کر چلیں گے وہ اپنے
ہمجولیوں میں نئے نئے کپڑے اور جوتے پہن کر
ــــ یہی کچھ سوچتا ہُوا ــــ سیمنٹ اور
ریت کی بالٹی سر پہ رکھے سیڑھی چڑھ رہا تھا
ــــ کہ اُونگھ سی آگئی اور وہ وزن سمیت نیچے
آن گرا ــــ

عید پر تحفہ دینے کا شوق دل میں لیئے
وہ اس دنیا سے مُنہ موڑ گیا ۔ ساری حسرتوں ،

ساری تمناؤں اور ساری خواہشات کو سینے میں چھپائے وہ خود منوں مٹی کی تہہ میں روپوش ہو گیا۔ اور خاتون کے لیے تحفے میں ایک پیہم مسلسل چھوڑ گیا۔ بچوں کے مستقبل کی ساری ذمہ داری ان نازک کندھوں پر ڈال گیا۔

ایک سال جیسے تیسے گزر گیا۔ اس ایک سال میں پوری ایک تاریخ تھی جس سے خاتون کو گزرنا پڑا۔ دوستوں اور فلاحی اداروں اور انتظامیہ کی طرف سے دی گئی امداد نے تو صرف ایک سال تک ساتھ دیا تھا۔ اب ــــ اب ــــ کیا ہو گا ــــ اب تو پھر وہی حالت تھی۔ اب اگلی عید سر پر آ چکی تھی اور اس سال بھی سوچ سوچ کر خاتون کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اس سال بھی بچے نئے کپڑوں اور جوتوں کے بغیر عید گزاریں گے۔

کل شام جب عید کا چاند نظر آیا تو بچوں نے ماں کو گھیر لیا ــــ "ماں"! ننھے حمید نے ماں کو مخاطب کیا ــــ "کل عید ہے نا ــــ اور کل سب لوگ نئے نئے کپڑے پہن کر نئے جوتوں میں عید کی نماز پڑھنے جائیں گے نا ــــ اور ہم ــــ" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ــــ "اور ہم ــــ اور ہم انہی پرانے کپڑوں اور پھٹے جوتوں میں نماز پڑھیں گے ماں ــــ"

"ہاں بیٹا ــــ" خاتون نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"لیکن کیوں ماں ــــ" اس نے رونی صورت بنا کر کہا۔

"اس لیے کہ ــــ" ننھی عارفہ نے بھائی کی بات کاٹی ــــ "اس لیے کہ ہمارے ابو زندہ نہیں ہیں نا۔"

"بچو!" خاتون نے بچوں کو روک کر کہا "ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ رزق تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ــــ وہ جسے اور جتنا چاہے دیتا ہے۔ تمہارے ابا فوت ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ اللہ میاں تو زندہ ہیں ــــ ہیں ناں؟ ــــ"

"ہاں ماں۔ مولوی صاحب کہہ رہے تھے ــــ" ننھی عارفہ نے کہا ــــ "اللہ میاں اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ اور پھر مولوی صاحب یہ بھی تو کہہ رہے تھے کہ ہمارے ابو فوت نہیں ہوئے ــــ"

"فوت نہیں ہوئے ــــ" ننھے حمید نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں ــــ" عارفہ نے بات جاری رکھی ــــ "وہ زندہ ہیں۔ کیونکہ وہ شہید ہیں۔ اس لیے کہ جو رزق حلال کی تلاش میں مارا جائے وہ مُردہ نہیں ہوتا ــــ وہ شہید ہوتا ہے اور شہید زندہ ہوتا ہے۔"

"ہاں بیٹی" ماں نے ٹھنڈی سانس بھری ــــ "مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہیں!"

"تو پھر ---- ابو ہمیں ملنے کیوں نہیں آتے۔ اگر خود نہیں آسکتے تو کپڑے جوتے کیوں نہیں بھجواتے ----" ننھے حمید نے منہ پھلا کر کہا۔

"ضرور بھجوائیں گے بیٹا ---- تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ابھی تو عید کی نماز میں پوری ایک رات پڑی ہے ----" خاتون نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اور بچے خاموش ہو گئے۔

عید کی صبح وہ سویرے سویرے اٹھی۔ شہر میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا اعلان ہو رہا تھا۔ اس نے وضو کیا اور نماز کے لیئے کھڑی ہو گئی۔ اپنے مالک اور رزاق خدا کے دربار میں وہ ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ اس کا دل تھا کہ مالک دو جہاں کے سامنے رو رہا تھا۔ میرے معبود! تو ہی بتا میں صبح بچوں کو کیا جواب دوں گی۔ ابھی تھوڑی دیر بعد وہ اٹھیں گے اور اپنے شہید ابو کے تحفے کا انتظار کریں گے۔ اور جب انتظار کے بعد بھی کچھ نہیں آئے گا تو کیا ان کے دل ٹوٹ نہیں جائیں گے! تو ہی بتا میں ان کے ٹوٹے دل کیوں کر دیکھ سکوں گی؟ میں ماں ہو کر ان کے ٹوٹے دل نہیں دیکھ سکتی۔ تو تو معبود ہے، رازق ہے، بڑا ہی پیار کرنے والا رب ہے۔ تو تو اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے۔ تیری رحمت کیسے گوارا کرے گی۔ اب تو ہی کوئی راستہ دکھا دے مالک۔

دستک کی آواز سن کر اس نے جلدی جلدی نماز مکمل کی۔ دروازہ کھولا۔ باہر محلے کے ایک بزرگ پارسل اٹھائے کھڑے تھے۔ انہوں نے خاتون کے سلام کا جواب دیا اور جھک کر سر پر ہاتھ پھیرا اور گویا ہوئے۔

"میری بیٹی! ---- گزشتہ رات محلے کے بڑے مل بیٹھے تھے ---- اور انہوں نے مل کر ایک اہم فیصلہ کیا تھا ---- اور یہ فرض میرے سپرد کیا گیا تھا کہ میں ان کے فیصلے تم تک پہنچاؤں۔ بات دراصل یہ ہے بیٹی! محلہ ایک گھر ہوتا ہے اور اہل محلہ کنبہ کے لوگ ---- ہم سب لوگ ایک برادری بن جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہمسایوں کے بڑے حقوق ہوتے ہیں۔ اور یتیموں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کا واضح اعلان ہے ---- کہ وہ لوگ تم سے یتامیٰ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو کہدے کہ ان کی اصلاح اچھا کام ہے۔ اگر تم ان کو بھی اپنے خاندان میں شامل کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اکٹھے ہوں گے" آپ نے اپنی دونوں انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا ---- "جیسے یہ دونوں انگلیاں"۔ اس لیئے میری بچی! ---- میں تم کو محلہ

کی جانب سے، تمہاری اپنی برادری کی طرف سے، تمہارے پڑوسیوں کی جانب سے عید مبارک کہنے آیا ہوں۔ اور یہ تحفہ ہمارے جذبات ہیں۔ تمہارے بزرگوں، بھائیوں اور بہنوں کے نیک جذبات ہیں جو عیدی سمجھ کر قبول کر لو۔ یہ میں ان بچوں کے لیے لایا ہوں جو تمہارے بچے ہیں، ہمارے بچے ہیں، اہلِ محلّہ کے بچے ہیں۔

اس میں نئے کپڑے، جوتی اور نقدی ہے۔ تم انہیں قبول کر لو۔ میری بیٹی! اور انہیں اپنے استعمال میں لاؤ۔ ہم کوشش کریں بھی تو ان بچوں کو نذیر نہیں لا کر دے سکتے لیکن اس خوشی کے موقعے پر ان کے لیے یہ تو کر سکتے ہیں کہ ان کے مستقبل کی تعمیر میں حصہ دار بن جائیں۔ ان کے جوان اور برسرِ روزگار ہونے تک ان کے کُل اخراجات ــــ لکھائی پڑھائی کے اور دیگر ضروریات کے اخراجات ــــ ہم اہلِ محلّہ پورے کریں گے انشاء اللہ۔ تم بھی کوئی غم نہ کرو۔ ہم تمہارے بڑے ہیں۔ بھائی ہیں۔ ماں بھی اور باپ بھی ہیں ــــ تمہارے محافظ بھی ہیں اور خادم بھی۔ اب تمہارے سارے مسائل ہمارے مسائل ہیں۔ اب تمہاری اور بچوں کی کُل ذمہ داری ہم پر ہے۔

خاتون نے لرزتے ہاتھوں سے وہ پیکٹ تھام لیا۔ اس کا دل اپنے رب کی حمد سے لبریز تھا۔ اُس رب کی حمد سے جو معبود ہے، رزاق ہے اور بہت پیار کرنے والا ہے۔ جو ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اور جو کسی بھی لمحے اپنے بندے سے غافل نہیں ہوتا اور اس کی مدد کو آتا ہے۔ جو زندہ ہے، قیوم ہے، رحمٰن ہے اور رحیم ہے۔ اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے ــــ اور لبوں پر اطمینان و سکون سے لبریز آسودہ سی مسکراہٹ

اور وہ بزرگ، وہ تو یہ سوچ رہے تھے کہ ہم جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے پہچانے جانے والے لوگ ہیں اگر ان کے فرمان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کا بوجھ اپنی مدد کے تحت اٹھا لیں تو ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔ اور اس طرح سے بھلا یہ امکان ہو سکتا ہے کہ کوئی بچہ، کوئی یتیم، کوئی بیوہ بھوکی یا کپڑوں کے بغیر رہ جائے۔ نہیں بالکل نہیں لیکن کاش ہم سب مل کر اس نیک کام کے لیے بھی اکٹھے ہوں ــــ سوچیں اور عملی قدم اٹھائیں۔ اے کاش ــــ!

شیخ منیر احمد
مجلس گلشن اقبال - کراچی

سمندر

ایک نعمتِ خداوندی

(قسط اوّل)

تعارف

یہ صدی جوکہ سائنسی علوم کے لحاظ سے بہت ترقی یافتہ صدی ہے۔ اِس صدی میں چھ انسانوں نے چاند کی سطح پہ قدم رکھا جوکہ ایک دوسری دُنیا ہے۔ لیکن اپنی اِس دُنیا کا ایک حصّہ ایسا بھی ہے کہ جہاں سوائے دو انسانوں کے اَور کوئی نہ جا سکا۔ اور جتنا گہرا یہ مقام ہے اس سے زیادہ گہرا اس کا علم ہے۔ یہ گہرا مقام سمندر کی تہہ ہے۔ اگر چاند کی سطح پر چھ انسان پہنچے ہیں تو سمندر کی گہری تہہ میں صرف دو انسان پہنچ سکے ہیں۔ اِس طرح سمندر کی تہہ کا ایک وسیع تر میدان ہے جس کا علم انسان نے ابھی حاصل کرنا ہے، اور اپنی زندگی کی نہ ختم ہونے والی ضروریات کو پُورا کرنے کے وسائل تلاش کرنا ہے۔

جیسے جیسے اِس کُرۂ ارض پر انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ویسے ویسے ان کی غذائی ضروریات بڑھتی جا رہی ہیں۔ ابھی تک تو ہم نے زمین کی فی ایکڑ پیداوار کھاد اور مشینی کاشت کے ذریعہ بڑھائی ہے لیکن پھر ایک ایسا مقام بھی آئے گا جہاں اس کی فی ایکڑ پیداوار رُک جائے گی پھر اُس وقت ہم سمندر کی پیداوار بڑھانے کی کوشش کریں گے۔

سمندر کے علم کے ذریعہ ہم یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ آئندہ دنوں میں موسم کس طرح کا ہوگا یعنی سمندر کے علم سے موسم کے بارے میں پیشگوئی کی جا سکتی ہے، اور اس طرح موسم کی سختی سے بچا جا سکتا ہے۔

سمندر میں پروٹین کے ایسے ذخائر بھی موجود

ہیں جنہیں ہم نے ابھی کھولا تک نہیں۔ سمندر کے پانی میں اور سمندر کی تہہ میں کیمیکل اور معدنیات کے ذخائر ہیں جن کی ہمیں سخت ضرورت ہے اور ہمیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے انہیں ہر حال میں نکالنا اور استعمال کرنا پڑے گا۔

اگر کسی دوسری دُنیا کی کوئی مخلوق اتفاقاً ہمارے کرۂ ارض پر آجائے تو اِس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ وہ اِس دُنیا کو ہمارے نقطۂ نظر سے بالکل مختلف پائے اور اس کرۂ ارض کو ایک LIQUID PLANET کے طور پر پہچانے کیونکہ اس کی سطح پر خشکی اور تری کی باہمی نسبت ایک اور تین (۱ : ۳) کی ہے۔ اِسی طرح وہ دوسری مخلوق اِس دُنیا کو ایک قبرستان کے طور پر پہچانیگی کیونکہ اس کو سمندر کی تہہ پر مُردہ مچھلیوں اور سمندری جانوروں کے ڈھانچے بکثرت ملیں گے۔ اور کہیں ڈوبے ہوئے جہاز، غرق شدہ کشتیاں اور ہوائی جہاز وغیرہ۔ غرضیکہ وہ اِس دُنیا سے بالکل الگ تھلگ ایک دُنیا پائے گا کہ جہاں پر زمین کی نسبت بہت زیادہ اونچائی کے پہاڑ ہیں اور اس کے مقابلہ میں ۲۰،۰۰۰ فٹ گہری کھائیاں بھی موجود ہیں اور اسی طرح ۳۶،۰۰۰ فٹ چوڑا علاقہ ہے کہ جس کا علم ابھی ہم نے حاصل کرنا ہے۔

جنگ اور تجارت دو ایسی وجوہ ہیں جن کی وجہ سے ہماری معلومات میں بے انتہا اضافہ ہوتا ہے۔ ابھی تک سمندر کا جو علم ہمیں ہو سکا ہے اُس کے حصول میں جنگ اور تجارت کا بہت بڑا حصہ ہے۔

گلف اسٹریم کا پہلا چارٹ ۱۷۷۰ء میں BENJAMINE FRANKLIN نے بنایا۔ اس کا اہم مقصد توسیعِ علم نہیں بلکہ تجارت تھا — BENJAMINE FRANKLIN امریکن محکمۂ ڈاک میں جنرل پوسٹ ماسٹر تھا، اُسے یہ خیال آیا کہ سمندری جہاز کے ذریعہ امریکہ کی دوسری کالونیوں میں ڈاک جلدی پہنچائی جا سکتی ہے۔

دوسری جنگِ عظیم میں الائیڈ شپنگ نے برطانیہ کے اُن فوجیوں کو غذا اور دوسرا سامان فراہم کیا جو کہ نارتھ اٹلانٹک میں مقیم تھے۔

محلِ وقوع

سمندر کی تعریف ہم یوں بھی کر سکتے ہیں کہ:-

"سمندر کرۂ ارض پر ایک ایسے برتن کی مانند ہے جس میں نمکین پانی بھرا ہے۔"

کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس زمین پر پانی زیادہ اور خشک میدان بہت کم ہیں۔ پورے کرۂ ارض کا ۷۱٪ حصہ پانی پر مشتمل ہے اور صرف ۲۹٪ حصہ خشکی ہے۔ اگر ہم اس کی مزید تفصیل میں جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ GOUTHERN HIMISPHERE میں ...

خشکی اور پانی کی شرح ۳:۱ ہے۔ جب کہ HINISPHERE NORTHERN میں شرح ۱:۱۵ ہے

سمندر اپنے رقبہ کے لحاظ سے ایسے ہیں کہ PACIFIC OCEAN پوری دنیا کے سمندروں کا ۴۶٪ ہیں

ATLANTIC " ۲۳٪ "

INDIA " ۲۰٪ "

REST COMBINED " ۱۱٪ "

"OCEAN" سمندر کی اوسطاً گہرائی ۴۰۰۰ میٹر ہوتی ہے

اور " " " ۱۲۰۰ " "

پوری زمین کا صرف ۱۱٪ حصہ ایسا ہے کہ جو سطح سمندر سے ۲۰۰۰ میٹر بلند ہے۔ اس کے مقابلہ میں سمندر کا ۸۴٪ حصہ ایسا ہے کہ جو ۲۰۰۰ میٹر سے زیادہ گہرا ہے۔ زمین پر سب سے اونچا مقام MOUNT EVEREST ۸۸۴۰ میٹر بلند ہے جبکہ سمندر میں سب سے گہرا مقام ۱۱۵۲۲ میٹر ہے مثلاً WESTERN PACIFIC MINDANAO TRENCHES

دنیا کے بڑے بڑے سمندر

بحر اوقیانوس

بحر اوقیانوس رقبہ کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر سب سے بڑا سمندر ہے۔ اس سمندر کے بارے میں معلومات دوسرے سمندروں کی نسبت سب سے زیادہ ہیں۔ اس سمندر کی اہمیت کی تین وجوہات ہیں۔ نمبر ایک مچھلی بڑے پیمانے پر پکڑی اور پائی جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر تیل اور تیسرے نمبر پر گیس کے ذخائر بہت زیادہ موجود ہیں۔

بحر اوقیانوس کی اوسطاً گہرائی ۱۳۰۰۰ فٹ ہے۔ اس سمندر کی گہرائی PACIFIC اور انڈین کی نسبت کم ہے۔ جس کی بڑی وجہ اس کی تہہ ہے۔ جو کہ زیادہ تر میدانی ہے۔ یعنی اس سمندر میں کھائیاں زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی تہہ ہموار ہے۔ اس وجہ سے یہ معاشی طور پر بہت موزوں سمندر ہے۔

بحر الکاہل
PACIFIC OCEAN

یہ ایک ایسا سمندر ہے جو کہ گرم علاقہ بھی رکھتا ہے اور دوسری طرف ٹھنڈا علاقہ بھی۔ اس سمندر کے گرم علاقے میں کئی قسم کی جاندار مخلوق پائی جاتی ہے۔ اور اس کے نیچے تہہ میں بہت ٹھنڈا علاقہ ہے اور اس ٹھنڈے علاقے میں بہت کھائیاں موجود ہیں جو کہ معدنیات سے لبریز ہیں۔

رقبہ کے لحاظ سے یہ سب سمندروں سے بڑا، چوڑا اور گہرا سمندر ہے۔ رقبہ کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اگر ہم متحدہ امریکہ کا نقشہ کاٹتے ہیں تو ہم امریکہ کے نقشہ کو PACIFIC کے نقشہ پر سترہ (۱۷) دفعہ چپکا سکتے ہیں۔ یعنی امریکہ کے رقبہ سے سترہ گنا بڑا رقبہ PACIFIC

گا ہے ۔ اگر ہم اس سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے یعنی پانامہ سے لے کر گلف آف تھائی لینڈ تک سفر کر جائیں تو ہم نے آدھے کرۂ ارض کا سفر کر لیا ۔ PACIFIC کی اوسطاً گہرائی بھی سب سے زیادہ ہے اور کرۂ ارض کا سب سے گہرا پوائنٹ بھی PACIFIC میں موجود ہے ۔

زمین پر اگر کبھی زلزلہ آئے تو بہت تباہی کا باعث بنتا ہے لیکن اگر سمندر میں زلزلہ آئے تو زیادہ نقصان نہیں ہوتا ۔ صرف کچھ لہریں سمندر کی سطح پر بلند ہوتی ہیں ۔ کھلے سمندر میں ان کی بلندی ایک فٹ کے برابر ہوتی ہے لیکن ان کی لمبائی ۲۰۰ میل تک ہو سکتی ہے ۔ اس گرد پہ میں ۶ سے لے کر ۱۰ تک لہریں ہوتی ہیں ، ان کی رفتار زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے ۔ ان لہروں کی رفتار اور بلندی سمندر میں کوئی خاص نقصان دہ نہیں ہوتی ۔ ہاں البتہ اگر یہ اونچائی اور رفتار کسی سمندر کے کنارے پر ہو جائے تو وہاں بہت تباہی لاتی ہیں ۔ PACIFIC اسی بارے میں بہت مشہور ہے ۔

بحر ہند

بحر ہند کی خاص بات مون سون ہوائیں ہیں جو کہ بحر ہند کے CURRANT کی وجہ سے تبدیل ہوتی ہیں اور ان کی تبدیلی سے زمین کا موسم بدلتا رہتا ہے ۔ حال کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بحر ہند میں مچھلیوں کا بھی بہت بڑا ذخیرہ ہے ۔

بحر ہند رقبہ کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر آتا ہے ۔ BERKAN (S AFRICA) سے لے کے پرتھ مغربی آسٹریلیا تک اس کا رقبہ ۴۰۰۰ میل پر محیط ہے ۔ یعنی امریکہ سے آٹھ گنا بڑا رقبہ ہے ۔

اس سمندر کا ایک حصہ PERSIAN GULF ہے جو کہ معدنی تیل کی وجہ سے بہت مشہور ہے ۔ یہاں سے تقریباً دو ملین بیرل تیل روزانہ نکالا جاتا ہے ۔

بحر قطب شمالی
ARCTIC OCEAN

رقبہ کے لحاظ سے چھوٹا سمندر ہے ، کیونکہ یہاں کا موسم بہت ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی سطح پر عموماً برف جمی رہتی ہے اس لئے ماضی میں اس کے بارہ میں معلومات زیادہ نہیں تھیں ، لیکن اب اس کے معدنی اور آبی ذخائر سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔

ARCTIC OCEAN کا موسم 4F ہوتا ہے ۔ اگر ہم بغیر gloves پہنے کسی لوہے کے بار کو پکڑ لیں اور کچھ لمحوں کے بعد اگر ہم اپنے ہاتھ چھڑانا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا ، ہاں البتہ ہمارے ہاتھ کی کھال لوہے سے ہی چمٹ کر رہ جائے گی ۔ سمندر میں برف کی تہہ

۱۰ اسے ۱۴ فٹ تک گہری ہوتی ہے۔

SOUTHERN OCEAN

SOUTHERN OCEAN کی خاص باتوں میں ICEBURGS، ٹھنڈا پانی اور آبی حیوانات خاص طور پر وہیل مچھلی ہیں۔ اور یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے SOUTHERN OCEAN بہت مشہور ہے۔

دُنیا کی ۹۰٪ برف ANGACLICO میں پائی جاتی ہے جس کی گہرائی بعض جگہوں پہ ۱۰،۰۰۰ فٹ ہوتی ہے۔ اگر کسی طرح یہ ساری برف پگھل جائے تو ساری دُنیا کے سمندروں کی اونچائی ۲۰۰ فٹ اور اونچی ہو جائے۔

SOUTHERN OCEAN میں ICE BERGS بھی بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں ایک برف کا تودہ ۳۰۰ فٹ سطح سمندر سے اونچا اور ۸۰ میل لمبا ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اب یہ برف کے تودے ہماری پانی کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔

پوری زمین کے تازہ پانی کا ۷۵٪ حصہ ان برف کے تودوں اور برف پر مشتمل ہے۔

دو محقق جو کہ RAND CORP U.S.A سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اس برف کو استعمال کرنے کا طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ اگر ہم ان برف کے تودوں کو جہازوں سے کھینچ کر ایسی جگہ پہنچا دیں کہ جہاں پانی کی قلت ہے تو برف کو پگھلا کر اس کے پانی کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پہلے تو یہ اسکیم ایک مذاق کے علاوہ کچھ اہمیت نہیں رکھتی تھی، لیکن اس کمپنی کے دو محققین JOHN HULT، NEU OSTRANDE نے اس بات کو سچ ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ۲ اسکوائر میل برف 43,560 MILLION CUBIC FOOT کے برابر ہے۔ (43,560 MILLION CUBIC FOOT WATER = 2 Sq MILE OF ICE)

جناب JOHN اور NEU OSTRANDER HUT بیان کرتے ہیں کہ برف کو پانی میں گھسیٹتے وقت ہوا اور سورج سے بچانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ کیونکہ جو برف ہم کھینچ رہے ہیں اس کا صرف ۱/۱۰ حصہ ضائع ہوتا ہے، وہ بھی دس مہینوں میں۔ ہاں البتہ اس کو سمندر کے پانی کی رگڑ سے بچانے کے لیے ہمیں WRAPPE کرنا پڑے گا۔ جس کیلئے پلاسٹک کی ڈبل شیٹ چاہیئے۔

چند اہم سمندر

پانچ بڑے سمندروں کے ذکر کے بعد ہم ان چھوٹے سمندروں کی طرف آتے ہیں

جنہیں انگلش زبان میں SEA کہتے ہیں اور اردو میں سمندر۔ ویسے تو ان کی تعداد کافی ہے لیکن ان میں سے خاص خاص کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔

FAR EASTERN SEA

یہ ایک ایسا سمندر ہے کہ جس میں کئی اقسام کا پانی پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرف تو BEARING SEA میں برف کی طرح کا یخ پانی ہے تو دوسری طرف APEHIPELAGO EAST INDIAN میں گرم پانی ہے۔

FAR EASTERN SEA کے مغربی کنارے پر روس، چین، انڈوچائنا اور ملیشیا واقع ہیں اور مغرب میں انڈین علاقے واقع ہیں۔ مشرقی علاقے کے سمندر میں کچھ گھاٹیاں اور کھائیاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ PACIFIC OCEAN سے علیحدہ ہوتا ہے اور پھر انہی کھائیوں اور گھاٹیوں کے اوپر کے وہ حصے جو کہ سطح سمندر سے بلند ہیں، جزیرے بن جاتے ہیں۔ ان میں ALEUTIANS، RYUKYU، JAPAN، KURIL، PHILIPAIN اور TAIWAN کے جزیرے شامل ہیں۔

چونکہ یہ بڑے رقبہ پر پھیلا ہوا سمندر ہے اس لئے اس میں کئی اقسام کے علاقے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً SEA OF JAPAN کی اوسطاً گہرائی ۵۰۰۰ فٹ ہے اور سب سے گہرا علاقہ ۱۳۰۰۰ فٹ گہرا ہے۔ دوسری طرف جاوا کا سمندر اور گلف آف تھائی لینڈ میں دنیا کا سب سے بڑا CONTIREN TAL SHELF واقع ہے۔ اس کا علاقہ ۷۰۰۰۰۰ اسکوائر میل ہے اور زیادہ تر رقبہ کا حصہ صرف ۲۵۰ فٹ گہرا ہے۔

دوسری طرف FAR EASTERN SEA کا موسم بھی اپنے علاقہ کی طرح دونوں طرف عروج کا موسم ہے یعنی ٹھنڈا، بہت ٹھنڈا اور گرم، بہت گرم۔ اس کے شمال کا علاقہ جو کہ کھلے سمندر پر مشتمل ہے، جہاں بحری جہاز بھی کم سفر کرتے ہیں، وہاں سردیوں میں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی کم ہو جاتا ہے ایسے وقت میں روسی اور جاپانی مچھیرے برف توڑ توڑ کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ان مچھلیوں میں HERRING، SALMON، REDFISH، HALIBUT، COD، WHALE، FLATFISH وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری طرف اس کے جنوب میں جہاں فلپائن اور دوسرے انڈین علاقے واقع ہیں وہاں کے مچھیروں کو موسم کی تبدیلی کا ہر وقت خیال رکھنا پڑتا ہے کیونکہ مون سون ہواؤں کو تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔ (والباقی۔ باقی)

طبّ و صحت

صحت کے متعلق چند کارآمد اصول

(محترم ڈاکٹر سیّد ظہور احمد شاہ صاحب — ربوہ)

صحت و تندرستی کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کو مدِّ نظر رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ فائدے کا موجب ہوگا :۔

اوّل :۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی کتاب ڈاکٹر کا بدل نہیں ہو سکتی لہٰذا بیماری کی صورت میں طبیب یا ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ صحیح ہے کہ بہت سے پیشوں اور تجارتوں کی طرح ڈاکٹر اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی اور اِسی طرح لائق بھی ہوتے ہیں اور نالائق بھی۔ لہٰذا ایسے ڈاکٹر کا انتخاب کریں جس پر آپ کو اعتماد ہو اور پھر جو کچھ بھی وہ کہے اسے بِلا تأمل درست سمجھیں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے ڈاکٹر سے تسلّی نہ پائیں تو اس پر تمام طبّی پیشے کو کوسنا اور بُرا بھلا کہنا ٹھیک نہیں۔ اگر آپ ایک سے تسلّی نہیں پاتے تو کسی اور ڈاکٹر کو منتخب کر لیں۔

دوم :۔ غیر طبیب لوگوں کی باتوں پر کبھی دھیان نہ دیں۔ دُنیا میں بے شمار ایسے مریض ہیں جو لوگوں کی اٹکل پچو باتوں پر عمل کر کے اپنا حال دِگرگوں کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خود بھی محسوس نہیں ہوتا کہ اُن کے مشوروں سے مریض کو کس قدر نقصان پہنچا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی طرف سے محض نیک نیتی سے مشورہ دیتے ہیں۔ طبّی معاملات میں ہمیشہ اپنے ڈاکٹر کی طرف رجوع کریں اور پڑوسیوں کے مشوروں کو نظر انداز کر دیں۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر کی بات غلط ہو لیکن نیم حکیم یا غیر تربیت یافتہ قسم کے لوگوں کی نسبت وہ بہت کم غلطی کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی مرض کو لاعلاج بتایا جائے تو ضروری نہیں کہ اس سے مریض کی موت واقع ہو جائے اور نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ مریض کی تکلیف کو قابلِ برداشت نہیں بنایا جا سکتا۔

سوم :۔ اپنی بیماری کی خود ہی تشخیص نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی خود اس کا علاج تجویز کرنا چاہیئے کیونکہ ملتی جلتی علامات والے کئی امراض کی ماہیت مختلف ہوتی ہے خواہ وہ بعض موقعوں پر ایک سے نظر آئیں۔ مثلاً معدے کے السر (ULCER) اور معدے کے کینسر (CANCER) کی علامات ایک سی نظر آتی ہیں۔ لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی مریض "میڈیکل ڈکشنری"

دیکھ رہا تھا تو اُسے پڑھ کر اُس نے خود کو بہت سے امراض میں مبتلا محسوس کیا۔ آخر گھبرا کر جب ڈاکٹر کے پاس گیا تو اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ غلطی سے پاک تو کوئی انسان بھی نہیں ہو سکتا تاہم یہ ضروری ہے کہ کسی ڈاکٹر کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیئے۔

چہارم اور آخری بات یہ ہے کہ مرض کی ظاہری علامات دیکھنے سے ایک عام آدمی یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں مرض بہت خطرناک ہے۔ یہ بات بچوں میں خاص طور پر دیکھی گئی ہے کہ بچہ ایک دن سخت تیز بخار میں مُبتلا ہوتا ہے حتّٰی کہ بحرانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن اگلی ہی صبح وہ دوڑتا پھرتا ہے اور سکول جانے کے لئے ضِدّ کرتا ہے۔ دوسری طرف بعض نہایت خطرناک قسم کے بخار ہیں جن میں درجۂ حرارت کوئی خاص زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی مرض کی ابتدائی حالت خطرناک ہوتی ہے مثلاً ایک نوجوان عورت جو ناطاقتی اور جلد تھک جانے کی شکایت کرتی ہے ممکن ہے کہ وہ ٹی۔بی کی مریضہ ہو۔

لہٰذا بہترین قاعدہ یہ ہے کہ اگر یکلخت بیمار ہو جائیں اور علامات کو نہ سمجھ سکیں کہ کیا ہو گیا ہے تو فوراً ڈاکٹر کی طرف رجوع کریں۔ اِسی طرح اگر آپ دن بدن کمزور ہوتے جائیں اور ایک عرصہ تک خود کو غیر صحت مند محسوس کریں یا جب کسی مرض میں تین دن سے زیادہ عرصہ مبتلا رہیں تو ڈاکٹر سے ملیں اور اپنا حال بتائیں۔ تین دن اِس لئے کہ مثلاً اگر بخار ہو گیا ہو تو پہلے دن ڈاکٹر کے لئے معلوم کرنا مشکل ہے کہ کس قِسم کا بخار ہے لیکن اگر تین روز تک بخار رہے تو پھر اس کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ ہر مرض کے خصوصی ماہر (SPECIALIST) ہوتے ہیں لیکن اُن کے پاس صرف اپنے ڈاکٹر کو دکھا کر اور اُس سے مشورہ لیکر ہی رجوع کریں۔ خصوصی ماہر بہت لائق ہوتے ہیں لیکن اس مرض میں جس کی انہوں نے مہارت حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ مریض کو اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً امراضِ چشم کا ایک ماہر آپ کے سر درد کو آنکھوں پر زیادہ زور دینے کی وجہ بتائے گا اور نفسیاتی ماہر اس سر درد کو گھریلو جھگڑوں کی طرف مبذول کرے گا حالانکہ سر درد کی وجہ کوئی اور ہی مرض ہو گی لہٰذا پہلے اپنے عام ڈاکٹر سے معائنہ کرائیں کیونکہ آپ کی ذات کے اور آپ کے تمام امراض کے متعلق وہ کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو وہ آپ کو کسی ماہرِ خصوصی کی طرف جانے کی ہدایت کرے گا۔

وقفِ زندگی (بقیہ صفحہ ۱۲)

جس قدر نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے تیار ہوں گے اس سے ازراہِ مہربانی خاکسار کو بھی مطلع فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے دین کی مقبول خدمت کی توفیق ہمیشہ عطا فرماتا رہے اور ہم سب کی حقیر کوششوں میں برکت ڈالے۔ آمین

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید انجمن احمدیہ۔ ربوہ)

ہر شے کا کوئی نہ کوئی محلِ وقوع، حدودِ اربعہ اور جغرافیہ بھی ہوتا ہے تاکہ اُس شے کی اِس لامتناہی کائنات میں کوئی حیثیت متعیّن ہو سکے۔ ادب کا بھی ایک جغرافیہ ہے اور آج ہم اِسی کا جغرافیہ آپ کے سامنے بیان کر رہے ہیں۔

محلِ وقوع

ادب دو قسم کا ہوتا ہے اوّل وہ جو انسانی تعلقات کی شان ہے مثلاً بزرگوں کا ادب، دوم وہ جو میدانِ قلم سے وابستہ ہے۔ چونکہ ہم مؤخر الذکر کا جغرافیہ بیان کر رہے ہیں لہٰذا محلِ وقوع بھی اسی کا بیان کریں گے۔

ہماری اب تک کی معلومات اور ریسرچ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ادب کا محلِ وقوع تاحال دریافت نہیں ہو سکا۔ آپ نہیں کہہ سکتے کہ کونسی تحریر کب ادب میں شمار ہونے لگے گی اور کونسا شہ پارہ کب خارج از ادب قرار پائے گا۔ ادب کی تاریخ سے علم ہوتا ہے کہ جو تحریریں اپنے وقتِ نزول پر معمولی گردانی گئی تھیں بعد کے زمانوں میں "کلاسیک" کا درجہ پا گئیں۔ جو ادیب ناقدریٔ فن کا رونا روتے مرے، بعد میں انہیں "ادب کے شاہسوار" کہا گیا۔ ایک ایک تحریر پر تعریفی مضامین لکھے گئے اور اہلِ تنقید نے نئے نئے القابات و خطابات عطا کئے۔ پھر بعضے جو زندگی میں ادب کی جان شمار ہوئے مرنے کے بعد یوں بھلا دیئے گئے جیسے ماضی کی غلطیوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔

حدودِ اربعہ

ادب، شاعری اور افسانہ نگاری کے درمیان میں پایا جاتا ہے لیکن صحیح تو یہ ہے کہ فی زمانہ اسکو حاصل کرنا ہو تو "ردّی کے ڈھیر" دیکھیئے۔ ادبی رسائل کی کیفیت پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہو کہ اب ادب کا حدودِ اربعہ کس قدر بدل چکا ہے۔ ڈائجسٹوں کی کہانیاں سُپر پاور بن کر اِس پُر امن مملکت پر بار بار جارحیّت کر رہی ہیں لہٰذا مملکتِ ادب کا رقبہ سمٹتا جا رہا ہے۔ نامور لوگ کچھ بھی لکھ دیں "ادب" کہلاتا ہے۔ اور ایک گمنام ادیب ساری زندگی ایک تحریر کو بھی "ادب"

کا مقام نہیں دلا سکتا۔

آب و ہوا میدانِ ادب کی آب و ہوا شدید خشک اور طوفانی ہے کہیں کہیں "لطف و دلچسپی" کے نخلستان بھی ہیں مگر اکثر رقبہ فضول کہانیوں اور رنج والم کے ٹیلوں سے اَٹا پڑا ہے جہاں سارا سال "بوریت کی ریت" اُڑا کرتی ہے۔ فلسفے کے جھکڑ یوں چلتے ہیں کہ اگر کبھی کوئی ادیب زندگی کی حقیقتوں پر لکھ کر "ہوا کے مخالف" چلنے کی کوشش کرے تو یہ جھکڑ اُسے اُڑا لے جاتے اور گمنامی کی پاتال میں پھینک دیتے ہیں۔

پیداوار عرصہ دراز تک ادبی پیداوار لایعنی ناولوں اور فضول و واہیات داستانوں پر مبنی رہی۔ اِس دَور میں ہر سنجیدہ تحریر نظر انداز کی جاتی رہی۔ پھر دَور بدلا اور زندگی کے مسائل کو جگہ ملنے لگی۔ آج کل تاریخ خود کو دہرا رہی ہے اور ڈائجسٹوں کی صورت میں فضول تحریروں کا طوفان پھر اُمڈ پڑا ہے۔ ادب کی سب سے بڑی پیداوار "ادیب" ہے۔ یہ دراصل ادب پیدا کرنے کی مشین ہے۔ دُنیا بھر کے سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ کوئی مشین بغیر ایندھن کے نہیں چل سکتی اور ہر مشین میں کسی نہ کسی نوع کی توانائی درکار ہوتی ہے لیکن ادیب ایسی مشین ہے جو بغیر کھائے پیئے کام کرتی ہے۔ اس کی یہ خوبی بھی بے مثال ہے کہ دوسری مشینوں کی طرح اِس کی سروس کرانا ضروری نہیں یہ زندگی بھر بغیر سروس کام کی گارنٹی رکھتی ہے۔

صنعتیں مملکتِ ادب کی صنعتیں بے شمار ہیں۔ یہاں ہم صرف چند ایک، اہم صنعتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

سب سے اہم اور عام صنعتِ ادب "افسانوی سوچ" ہے۔ ادب پڑھنے والے لوگ اکثر خیالوں ہی میں زندگی کے مسائل حل کر لیا کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسی مصنوعات بھی گاہے گاہے ملتی ہیں جو زندگی کی حقیقتوں کی مظہر ہوں مگر ان کی تعداد بے حد قلیل ہے۔ ایک دوسری صنعت "بے ادبی" ہے۔ حالانکہ ادب کا کام تو ادب سکھانا ہونا چاہیئے مگر بہت سی ادبی تحریروں میں معاشرے سے بغاوت سکھائی جاتی ہے۔ معاشرتی اصولوں کا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے نئی نسل کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ پُرانی نسل کو نظر انداز کر کے ہر فیصلہ خود کرلے۔

امید ہے کہ یہ مختصر جغرافیہ اُن لوگوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا جو مملکتِ ادب کا ویزا حاصل کرنے کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں۔

جن دوستوں کا چندہ ختم ہے اُن سے درخواست ہے کہ وہ بذریعہ منی آرڈر یا دستی چندہ بھجوا کر ممنون فرمائیں وی پی نہ منگوائیں کیونکہ وی پی پر چھ روپے زائد خرچ آتے ہیں۔ (مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان۔ ربوہ)

بلا تبصرہ

قومی یکجہتی اور فرقہ پرستی

(جناب سیّد محمدؐ تقی)

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور۔ پیر ۲۸ رمئی ۱۹۸۴ء)

ذرا ایک جملہ پڑھئے ..... "پاکستان اپنی تاریخ کے نازک ترین دَور سے گذر رہا ہے"۔..... کہئے آپ کو اس رائے سے اتفاق ہے؟ غالباً نہیں اسلئے کہ اگر سب کو اس رائے سے اتفاق ہوتا پاکستان... ...اِس نازک ترین دَور میں داخل ہی کیوں ہوتا۔

بات واضح نہیں ہوئی اور ابھی ہوگی بھی نہیں۔ ذرا آگے چلئے! پاکستان سے مراد کیا ہے۔ پاکستان سے مراد اگر وہ ساڑھے آٹھ کروڑ انسان نہیں ہیں جو ان علاقوں میں بسے ہوئے ہیں تو کیا وہ صحرا، میدان، دریا اور پہاڑ ہیں جو کروڑوں سال سے یہاں قیام پذیر ہیں اور تقریباً اسی طرح کے ہیں جیسے ساری دُنیا میں ہوتے ہیں تو پھر پاکستان سے مراد جوہری طور پر وہی انسانی آبادی تو ہوگی جو یہاں بسی ہوئی ہے۔

اور بات جب یہ ہو تو پھر بتائیے پاکستان اپنی تاریخ کے نازک ترین دَور سے گذر رہا ہے کا مطلب کیا ہوگا؟ مطلب یہی تو ہوگا کہ پاکستان کی یہ ساڑھے آٹھ کروڑ آبادی اپنی زندگی اور موت کی سنگین ترین کشمکش سے دوچار ہوگئی ہے۔

کون سی کشمکش..... لیکن ذرا رک جائیے پہلے سوچئے یہ کہ پاکستان وجود میں آیا کیسے تھا پہلی سب سے اوّلین سب سے بنیادی اور فیصلہ کن بات یہ تھی کہ ہندوستان کے دس کروڑ انسانوں نے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ سارے اختلافات بُھلا کر متحد ہونے اور آزاد مملکت بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا اس نقطہ پر بھی آپ کو ٹھہرنا پڑیگا اِس لئے کہ یہاں ایک بڑا کانٹے کا جملہ آیا ہے جملہ یہ ہے "وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے"۔ کانٹے کا جملہ یوں کہ ایسا تو ہُوا نہیں تھا کہ جب اس صدی کے چوتھے عشرے کے آخری حصّے میں مسلم لیگ کی تحریک اُبھر کر سامنے آئی تو قائداعظم نے مسلمانوں کے تحفّظ کی مہم شروع کرنے سے پہلے مولوی صاحبان..... کا ایک بورڈ بنایا ہو یہ طے کرنے کے لئے کہ..... پہلے..... سچّے مسلمان کی تعریف متعیّن کر لی جائے پھر اس کے بعد...... ان سچّے مسلمانوں ..... کے تحفّظ کی مہم شروع کی جائے گی یہ راستہ واضح طور پر نا قابلِ عمل تھا۔ اِس لئے..... واقعی مسلمان کون ہے اور کون نہیں..... کا فیصلہ کئے بغیر طے یہ ہُوا کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اپنے ماضی کے تحفّظ میں دلچسپی رکھتا ہے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے۔ برِصغیر کی مسلمان اکثریت نے اِس رائے سے اتفاق

کیا اور پاکستان بن گیا۔ فرض کیجئے مسلم اکثریت اس رائے سے اتفاق نہ کرتی ..... اتفاق نہ کرتی تو ..... تو کیا ہوتا؟ کہئے آپ کا جواب کیا ہے۔ کیا پاکستان بن جاتا۔ اگر پاکستان کے قیام کا انحصار اِس بات پر ہوتا کہ ..... واقعی مسلمان کون ہے ..... کی وضاحت پہلے کر لی جائے تو چونکہ ابھی تک یہ وضاحت نہیں ہو سکی ہے اِس لئے تا حال پاکستان کا قیام بھی ممکن نہ ہوتا۔ اِس بات کو آپ دوسری طرح یوں کہہ لیجئے کہ قائدِ اعظم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے برِصغیر کے مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلافات کو دبا کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں کامیابی حاصل کر لی جس کے نتیجے میں پاکستان کا قیام ممکن ہو سکا۔

وہ جو فرانسیسی میں کہتے ہیں ..... رے زانگ وتیر۔ یعنی شرط وجود ..... وہ شرط جس کے بغیر کوئی شے وجود کا جامہ نہ پہن سکے پاکستان کے سلسلے میں کیا تھی پاکستان کے سلسلے میں تھی مسلمانانِ ہند کا اتحاد ..... یہ ..... رے زانگ وتیر ..... یہ شرط وجود نہ پائی جاتی تو ..... پاکستان بھی وجود میں نہ آتا۔

کیا خیال ہے آپ کا۔ کیا آپ کو اِس رائے سے اختلاف ہے۔ لیکن اس سے اختلاف کیسے ہو سکے گا جو واقعہ رونما ہو کر تاریخ کی نذر ہو چکا اسے کوئی کیسے بدلے گا۔ یونانی کہا کرتے تھے کہ ماضی کو بدلنا تو دیوتاؤں کے بس سے بھی باہر ہے۔ اب مثلاً یہ واقعہ کہ برِصغیر سے انگریز حکمران چلے گئے تو یہ حقیقت وجود میں آ کر کب کی تاریخ بن چکی ہے اس کو مٹا دینا کسی کے لئے کیسے ممکن ہو سکے گا۔ ممکن طور پر یہ تو ہو سکتا ہے کہ برِصغیر کے عوام پھر سے انگریز حکمرانوں کو واپس بلا لیں لیکن ۱۹۴۷ء میں انگریز حکمران یہاں سے رخصت ہو گئے تھے یہ حقیقت تو اپنی جگہ اٹل رہے گی۔ تو یہ امر کہ پاکستان مسلمانوں کے اتحاد کا نتیجہ تھا ایک ایسی حقیقت ہے کہ جسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔ جھٹلا نہیں سکتا۔

کہئے اِس رام کہانی سے کوئی نتیجہ نکلا ..... نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کی ..... شرط وجود ..... ہے مسلمانوں کا اتحاد۔ یہ شرط باقی رہے گی تو پاکستان وجود میں رہے گا نہ باقی رہیگی تو ..... کیا اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ آئیے اب اس جملے کو پھر دہرائیں جو اس ساری گفتگو کا نقطہ آغاز بنا تھا۔ یعنی ..... پاکستان اپنی تاریخ کے نازک ترین دَور سے گذر رہا ہے۔

نازک ترین دَور سے ..... اِس لئے کہ آج پاکستان فرقہ پرستی کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور وہ قومی یک جہتی جسے بانئ پاکستان نے بڑی محنت سے حاصل کیا تھا فرقہ وارانہ انتشار کی نذر ہو چکی ہے۔ قومی یک جہتی، قومی مساوات پر قائم ہو سکتی ہے محض نعروں اور اعلانات پر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آٹھ کروڑ افراد کی اس قوم کے ہر طبقے کو، مذہب، عقیدہ، جنس اور نسل کے امتیاز کے بغیر سارے بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔ کیا ان بنیادی انسانی حقوق کو غصب تو نہیں کیا جا رہا۔ کیا جا رہا ہے تو پھر قومی یک جہتی کا تصوّر محض ایک سراب ہی رہے گا جس کے پیچھے کچّی عقل کے لوگ دوڑا کرتے ہیں۔ پاکستان کو خطرہ ملک سے باہر کی طاقتوں سے نہیں ہے ملک کے اندر سے ہے۔ اگر پاکستانی معاشرہ ٹکڑوں میں بٹ چکا ہے تو آپ کتنی ہی بڑی فوج کیوں نہ جمع کر لیں معاشرے کو بھیانک تباہی سے بچانا کبھی ممکن نہ ہو گا۔ پاکستان

کے بانی نے قیامِ پاکستان کے وقت ہر فرقے اور ہر عقیدے کو مساوی اور یکساں سلوک اور ان کے مذہب و مسلک کو مساوی سطح پر حکومتی تحفظ مہیا کرنے کی ضمانت دی تھی۔

لیکن آج صورتِ حال اس کے برعکس ہے اور ہر فرقہ دوسرے فرقے کے حقوق ضبط کرنے کے مطالبے کر رہا ہے گویا پاکستان کی اس تمام تحریک کی نفی کی جا رہی ہے جو مذہبی رواداری کی اساس پر کھڑی تھی اور جس میں غیر مسلم اقلیتوں کو مسلمانوں کے بالکل برابر: بالکل یکساں حقوق کے تاریخی وعدے شامل تھے۔ آئیڈیل کس المناک انداز میں ذبح کئے جاتے ہیں اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو برصغیر کے مسلمانوں کی پچھلے پچاس سال کی تاریخ پڑھئے۔ ہم چلے تھے ایک ایسا شریف معاشرہ بنانے جس میں ہر نومولود کو اس بات کی ضمانت حاصل ہوگی کہ اسے ترقی کے یکساں مواقع مہیا ہوں گے لیکن آج بہت سی ماؤں کی گود میں ہمکنے والے بچے صرف اس بدقسمتی کی بنا پر کہ انہیں ایسی ماؤں نے جنم دیا ہے جن کے عقیدے کو بعض حضرات غلط سمجھتے ہیں تا عمر شہریت کے ان تمام حقوق سے محروم رہیں گے جن کی ضمانت تمام مہذب اور شریف معاشرے دیتے ہیں اور تاریخ کی یہ المناک ستم ظریفی ملاحظہ کیجئے کہ یہ سب کچھ اس قرآن کے نام پر کیا جا رہا ہے جس نے یہ اعلان کیا تھا کہ ..... دین کے معاملے میں جبر کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا..... جس نے کہا تھا کہ ..... تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین ..... اور جس کا ارشاد تھا کہ ..... اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہیں کوتوال بنا کر نہیں بھیجا گیا..... گویا قرآن کے تصوّرِ معاشرہ سے آج کا پاکستانی معاشرہ پورے ایک سو اسّی درجے مُڑ گیا ہے یعنی مکمل جہالت و بربریت کی طرف.....!

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

عجیب صورتِ حال ہے کہ آج بعض قوتیں معاشرے کو ٹکڑوں میں بانٹ کر اس جہاز کو ڈبو دینے کی فکر میں ہیں جس میں ساڑھے آٹھ کروڑ انسان سوار ہیں وہ انسان جو خدا کی مخلوق ہیں اور جنہیں ان کے خالق نے تمام بنیادی حقوق دینے کے واضح احکام دیئے ہیں مگر ہم سب ہیں کہ پروفیسر برٹرینڈ رسل کی زبان میں خاموشی کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ وہ لوگ جو اِس لہلہاتے وطن کو ایک ترقی پذیر، ایک خوشحال، ایک شریف معاشرہ بنانے کا آئیڈیل سامنے رکھتے ہیں، پاکستان کو ظلمت اور اندھیرے کے مبلّغوں کے حملوں سے بچانے کے لئے رائے عامہ کو باخبر کریں تاکہ ہم سب اس خطرناک تباہی کے جنگل میں پھنسنے سے بچ جائیں جو انسان دشمنی کی تحریک چلانے والوں کی سرگرمیوں سے منطقی طور پر پیدا ہو گی۔ جو معاشرے کو مختلف گروہوں میں بانٹ کر پورے معاشرے کو پارہ پارہ کر دینے والوں کی کوششوں کا قدرتی نتیجہ بنے گی۔ پاکستان بنا بھی قائدِ اعظم کے نظریوں پر اور باقی بھی رہے گا انہی کے نظریوں پر ..... اور اگر اس راستے سے ہٹنے کا جرم کر لیا گیا تو اس گہری وادی میں گِرنے سے کوئی نہ بچ سکے گا جس سے جناح صاحب نے اس قوم کو نکالا تھا ٭

◉

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

ماہِ فروری ۱۹۸۴ء میں شعبہ وقارِ عمل میں نمایاں کام کرنے والی مجالس

رحیم یار خاں:- چک ۱۶۶/P گاگڑی۔ صادق آباد۔ بستی کندھارا سنگھ۔ بستی جھول۔

شیخوپورہ:- باہومان۔ شاہ کوٹ۔ کجر۔ مرید کے۔ رانگلہ ہل۔

لاڑکانہ:- کھنڈو۔ لاڑکانہ شہر۔ پتھوارو۔ جام خان۔

فیصل آباد:- ۲۰۳ ر۔ب مانانوالہ۔ ۱۰۹ گ۔ب نرائن گڑھ ۴۸۶ گ۔ب کوٹ غلام محمد۔ چک ۵۵ گ۔ب۔ دارالفضل۔

جھنگ:- گڑھ موڑ۔ ٹھٹھہ شریکا۔ چاہ لڈیانہ چنیوٹ۔ جھنگ صدر۔ چک متھرمہ۔

تھرپارکر:- گوٹھ احمدیہ۔ گوٹھ علم دین پیرو چیچی ناصر آباد اسٹیٹ۔ نبی سر روڈ۔

گوجرانوالہ:- نوشہرہ ورکاں۔ تلونڈی کھجوروالی راہوالی۔ مانگٹ اونچہ۔ گوجرانوالہ چھاؤنی۔ چک پٹھان فیروز والا۔ دولووالی۔ سیٹلائٹ ٹاؤن۔ گرمولا ورکاں۔ تر گڑی۔

سیالکوٹ:- گھٹیالیاں کلاں۔ تلونڈی بھنڈراں بھوپال والا۔ سمبڑیال۔

نواب شاہ:- بھریا روڈ۔ مورو۔ قمر آباد۔

بہاولپور:- چک 68/D.B جنوبی۔ اوچ شریف۔ بہاولپور شہر۔

ملتان:- چک 191/10-R۔ کھاد فیکٹری۔ گلگشت کالونی۔

بہاولنگر:- چک 93/6-R۔ چک ۱۶۶ مراد۔ بہاولنگر شہر۔

حیدر آباد:- مبارک آباد۔ لطیف آباد۔ بشیر آباد۔

لاہور:- فیکٹری ایریا شاہدرہ۔ اسلامیہ پارک باٹا پور۔ گلبرگ۔ دہلی گیٹ۔ دارالذکر۔ سلطان پورہ۔

کراچی:- لانڈھی کورنگی۔ صدر کراچی۔ ڈرگ روڈ اورنگی ٹاؤن۔ عزیز آباد۔ گلشن اقبال۔

گجرات:- کھوکھر غربی۔ گجرات شہر۔ شادیوال۔

متفرق:- پبی ضلع پشاور۔ تونسہ شریف۔ گوندل فارم۔ مظفر گڑھ شہر۔ ٹیکسلا۔ کوٹ مٹھن شریف۔ تربیلا ڈیم۔ کوٹ احمدیاں ضلع بدین۔ چک ۵ احمد آباد ضلع بدین میرک ضلع اوکاڑہ۔ گوٹھ چوہدری علی محمد۔ شمس آباد ضلع قصور۔ آرام باڑی ضلع کوٹلی A.K۔ پنڈ بگووال۔ چک 116/12-L ساہیوال۔ چک ۹۹ شمالی۔ مردان شہر۔ گوجرہ شہر۔ خوشاب شہر صدر راولپنڈی۔ ساہیوال شہر۔ کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔

قراردادِ تعزیت بروفات مکرم سیّد رشید طارق صاحب

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس اپنے ایک نہایت مخلص خادمِ سلسلہ بھائی مکرّم سیّد رشید طارق صاحب کی اچانک وفات کے پُردرد سانحہ پر اپنے گہرے دِلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

آپ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۸۴ء بروز جمعہ ساڑھے سات بجے صبح حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پا کر اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

چند ماہ پہلے مرحوم بھائی کے والد محترم سیّد سعید خالد صاحب وفات پا گئے تھے اور اس طرح ساری گھریلو ذمہ داریاں رشید طارق صاحب کے کندھوں پر آن پڑیں لیکن اس کے باوجود ان کے خدمتِ دین کے جذبہ میں کوئی فرق نہ آیا وہ دن رات خدمتِ سلسلہ میں سرگرمِ عمل رہتے۔ انہوں نے دین کو دُنیا پر مقدّم رکھنے کے عہدِ بیعت کو خوب نبھایا۔ مرحوم سیّد رشید طارق کو احمدیت سے والہانہ عقیدت و محبّت تھی۔ نہ صرف اپنی جماعت کراچی میں گوناں گوں دینی مصروفیات میں ہمیشہ اپنے اوقات اور صلاحیتوں کو خرچ کرتے رہے بلکہ سالہا سال تک قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی اور اب قائد علاقہ اندرونِ سندھ کی حیثیت سے مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض بجالاتے رہے۔ مرکزی اجلاسات میں بڑی باقاعدگی سے تشریف لاتے۔ بہت ہی صائب الرائے، بُردبار، باوقار اور اطاعت گزار مخلص نوجوان تھے۔ ہم ارا کین مجلسِ عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ اپنے مرحوم بھائی کی والدہ محترمہ، ان کے بھائی مکرم عزیزم سیّد حمید طارق صاحب، ہمشیرگان اور دیگر لواحقین سے اس المناک صدمہ پر اپنے دِلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہیں کہ وہ اپنے فضل سے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما دے اور سب کا حافظ و ناصر ہو اور سیّد رشید طارق مرحوم کو اپنی رحمت و مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے ؎

اے خدا بر تُربتِ اُو ابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کُن از کمالِ فضل در بیت النعیم

ہم ہیں ارا کین مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR MUNIR AHMAD JAVED June 1984